سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۰۵

لذتِ اعترافِ قصور



شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال، کراچی پاکستان
www.khanqah.org

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ:	لذتِ اعترافِ قصور
نام واعظ:	شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دام ظلّھم علینا الیٰ مأۃٍ وّ عشرینَ سنۃً
تاریخ وعظ:	۵ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز منگل (بعد فجر و بعد مغرب دو نشستوں میں بیان مکمل ہوا)
مقام:	مسجد حمزہ، لینیشیا، جنوبی افریقہ
موضوع:	اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ جَھۡدِ الۡبَلَآءِ... الخ کی شرح
مرتب:	سید عشرت جمیل میر صاحب خادمِ خاص حضرت والا دامت برکاتہم
کمپوزنگ:	مفتی محمد عاصم صاحب مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

اشاعت اوّل:	محرم الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق نومبر ۲۰۱۲ء
تعداد:	۲۲۰۰
ناشر:	کُتب خانہ مظہری گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لذتِ اعترافِ قصور

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا

لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ○

(سورۃ الاعراف، آیت:۲۳)

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَآءِ وَ دَرْکِ الشَّقَآءِ وَسُوْٓءِ الْقَضَآءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَآءِ

(صحیح البخاری، کتاب القدر، باب من تعوذ باللّٰہ. ج:۲،ص:۹۷۹)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَآءِ... الخ کی عجیب تشریح

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَآءِ وَ دَرْکِ الشَّقَآءِ وَسُوْٓءِ الْقَضَآءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَآءِ اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں سخت ابتلاء سے اور بدبختی کے پکڑ لینے سے اور سوئے قضا سے اور دشمنوں کے طعن و تشنیع سے۔ محدثین نے جَھْدِ الْبَلَآءِ کی دو تفسیریں کی ہیں۔

جَھْدِ الْبَلَآءِ کی پہلی شرح

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی عظیم الشان محدث ہیں

فرماتے ہیں کہ جَھْدِ الْبَلَآءِ کی دو شرح ہیں، ایک ہے قِلَّۃُ الْمَالِ وَ کَثْرَۃُ الْعِیَالِ مال کم ہے اور اولاد زیادہ ہے، کسی کے ایک درجن بچے ہیں مگر ان کے لیے دودھ وغیرہ اور تمام ضروریات کا انتظام نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے جہاں اولاد کا ذکر فرمایا ہے وہاں پہلے مال کو بیان فرمایا ہے:

﴿اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ط اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا﴾

(سورۃ النوح، آیت:۱۰)

تم اپنے رب سے معافی مانگ لو، وہ بہت بڑا غفار ہے اور خطاؤں کو معاف کرنے کے بعد وہ انعامات بھی دیتا ہے، دنیا کے حکمراں اگر معاف کرتے ہیں تو صرف سزا سے نجات دے دیتے ہیں لیکن اللہ پاک جس کو معاف فرماتے ہیں اس کو انعامات سے بھی نوازتے ہیں اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اپنے رب سے معافی مانگو اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا وہ بہت بخشنے والا ہے اور بخشنے کے بعد تم کو کچھ انعامات بھی دے گا:

﴿یُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ﴾

تمہارے مال اور اولاد میں برکت دے گا، تو اولاد سے پہلے مال کا وعدہ اسی لیے ہے کہ انسان گھبرائے نہیں:

﴿وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا﴾

اور تمہیں باغات بھی دے گا اور نہریں بھی دے گا تو معلوم ہوا کہ اگر انسان کے پاس باغ بھی ہوں اور آب پاشی کے لیے نہریں بھی ہوں تو یہ نعمت ہیں اور دنیا کی نعمتیں تو فانی ہیں مگر آخرت میں ان شاء اللہ بہت کچھ ملے گا۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہٗ کو جو دس سال کے کم عمر صحابی تھے ان کی والدہ کی درخواست پر اسی اسلوب پر دعا دی جس اسلوبِ بیان پر کلام اللہ نازل ہوا ہے:

((اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْ مَالِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ اَطِلْ عُمُرَهٗ وَ اغْفِرْ ذَنْبَهٗ))

(مرقاۃُ المفاتیح، کتابُ الایمان، ج:۱، ص:۱۳۹)

تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِتِّبَاعًا لِرَبِّهٖ مال کو پہلے بیان فرمایا۔ یہ چار دعائیں اتنی جامع ہیں کہ ان میں دنیا بھی ہے اور آخرت بھی اور اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ میرے مال میں اتنی برکت ہوئی کہ کھجور کا جو درخت میں لگاتا تھا اس میں دو فصل آتی تھیں اور میرے علاوہ تمام صحابہ کی ایک فصل ہوتی تھی تو بعض صحابہ نے سوچا یہ برکتی آدمی ہیں تو اپنے لگائے ہوئے درخت کے بارے میں ان سے کہا کہ تم اکھاڑ کر دوبارہ لگا دو تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان کے لگائے ہوئے درخت اُکھاڑ کر دوبارہ لگائے تو ان میں بھی دوبار فصل آنے لگی اور حضرت انس رضی اللہ عنہٗ کے ہاں اولاد اتنی ہوئی کہ فرمایا میں نے دو کم سو اولاد اپنے ہاتھوں سے دفن کیں دَفَنْتُ مِنْ صُلْبِیْ مِأَۃً اِلَّا اثْنَیْنِ یعنی اٹھانوے، یہ عربی کی بلاغت ہے ورنہ یہ فرماتے کہ فَاِنِّیْ دَفَنْتُ مِنْ صُلْبِیْ ثَمَانِیَۃً وَّتِسْعُوْنَ ہم نے اٹھانوے اولاد دفن کیں لیکن طرزِ بیان یہ ہے دَفَنْتُ مِنْ صُلْبِیْ مِأَۃً اِلَّا اثْنَیْنِ، ہر زبان کے بولنے کا الگ طریقہ ہوتا ہے۔

اور عمر کی برکت کی دعا ایسی قبول ہوئی کہ فرماتے ہیں کہ بَقِیْتُ حَتّٰی سَئِمْتُ الْحَیَاۃَ - سَئِمَ یَسْئَمُ کے معنیٰ تھکنے کے آتے ہیں جیسے فرشتوں کے بارے میں اللہ پاک فرماتے ہیں لَا یَسْئَمُوْنَ یہ تھکتے نہیں ہیں، رات دن یہ سبحان اللہ پڑھتے رہتے ہیں، نہ ان کو سونے کی ضرورت ہے، نہ آرام کی، عجیب مخلوق ہیں یہ۔ اسی لیے فرشتوں کے لیے نیند نہیں ہے کیونکہ نیند تھکاوٹ کو دور کرنے کے لیے ہے اور ان کو تھکاوٹ نہیں ہوتی۔ تو حضرت انس نے فرمایا کہ میں اتنا زندہ رہا کہ زندگی سے تھک گیا اٰخِرُ مَنْ مَّاتَ مِنَ الصَّحَابَۃِ بِالْبَصَرَۃِ حضرت انس کے انتقال کے بعد بصرہ صحابہ سے خالی ہو گیا اور چوتھی دعا وَاغْفِرْ

ذَنْبَہٗ کے بارے میں فرمایا کہ جب تین دعائیں قبول ہوگئیں تو اَرْجُوْ الرَّابِعَۃَ چوتھی دعا کی قبولیت کی بھی امید ہے۔

جَھْدِ الْبَلَآءِ کی دوسری شرح

جَھْدِ الْبَلَآءِ کی ایک شرح ہوگئی یعنی مال کی کمی اور اولاد کی زیادتی اور دوسری شرح ہے کہ ایسی مصیبت جس میں موت کی تمنا ہو کہ اے اللہ! مجھے موت دے دے اب تکلیف برداشت نہیں ہورہی۔ میں نے ایک مریض کو دیکھا وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے موت کا انجکشن لگادو، اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا، اللہ ایسی مصیبت اور بلا سے بچائے کہ آدمی موت کی تمنا کرنے لگے۔

دَرْكِ الشَّقَآءِ کی شرح

وَدَرْكِ الشَّقَآءِ اور ہم بدنصیبی کے پکڑ لینے سے پناہ چاہتے ہیں، شقاوت کے بھی دو معنی ہیں بدنصیبی تو ہے ہی اور شقاوت کا دوسرا معنیٰ ہے محرومی اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

((ھُمُ الْجُلَسَآءُ لَا یَشْقٰی بِھِمْ جَلِیْسُھُمْ))

(صحیح البخاری، کتابُ الدعوات، باب فضل ذکر اللہ عزوجل، ج:۲، ص:۹۴۸)

جو لوگ اللہ والوں کے پاس بیٹھتے ہیں وہ محروم نہیں ہوتے۔ اس لیے جب کوئی اللہ والا یا اللہ والوں کا خادم آجائے تو اپنی تنہائیوں کی عبادتوں کو چھوڑ کر ان کے پاس بیٹھو یہاں تک کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب شیخ آجائے تو نوافل اور معمولات ملتوی کردو، شیخ کے پاس بیٹھو، یہ نہیں کہ شیخ تو مجلس کررہا ہے اور تم اکیلے اپنا وظیفہ پڑھ رہے ہو، شیخ کا قرب اور شیخ کی مجلس کے وقت میں نوافل اشراق سب ملتوی کردو۔

مولانا رومی نے اس کی مثال دی کہ سبزی منڈی میں سیب خریدنے

کے لیے دھوپ میں چلنا پھرنا بھی پڑتا ہے اور بدبوالگ ہوتی ہے اور سیب کے باغ میں جاؤ تو سیب کی خوشبو بھی سونگھتے رہو اور سیب بھی کھاتے رہو، اگر سیب کے باغ میں ایک آدمی سورہا ہے تو سیب کی خوشبو اس کے اندر جارہی ہے۔ اسی طرح اگر اللہ والوں کے پاس کوئی تہجد نہ بھی پڑھے تو بھی جب ان کے پاس سے اٹھے گا تو قلب میں نور پائے گا جیسے رات کی رانی کے نیچے چارپائی بچھا کر سو جاؤ تو رات بھر ناک خوشبو امپورٹ کرے گی اور صبح آپ کا دماغ تروتازہ ہوگا۔ اس لیے خانقاہوں میں سونا تنہائیوں کی بیداری سے افضل ہے۔ وَدَرْكِ الشَّقَآءِ سے اگر بچنا ہے تو اللہ والوں کے جلیس بن جاؤ، آپ کو شقاوت کے پکڑنے سے تحفظ حاصل کرنا ہے تو بدنصیبی سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ جلدی سے کسی اللہ والے کے پاس بیٹھ جاؤ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ پوری کائنات میں شقاوت سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، بدبختی بدنصیبی سے بچنے کا پورے عالم میں کوئی راستہ نہیں ہے، آپ ساری دنیا میں بھاگے بھاگے پھرو شرقاً، غرباً، شمالاً، جنوباً مگر شقاوت پھر بھی پکڑ لے گی لہٰذا لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ اہل اللہ کے پاس بیٹھ جاؤ تو آپ کی شقاوت پر لَا داخل ہوجائے گا اور اس لَا میں آپ کو حالاً و اِستقبالاً حفاظت کی ضمانت ہے کیونکہ لَا يَشْقٰى مضارع کا لفظ ہے۔ یعنی آپ کی مستقبل کی بدنصیبی سے بھی اس میں حفاظت اور ضمانت ہے۔ شقاوت سے فی الحال بھی محفوظ اور آئندہ بھی محفوظ رہو گے، ان شاء اللہ بدنصیبی نہیں آئے گی۔ جو اللہ والوں کے ساتھ رہتے ہیں وہ مستقبل میں بھی بدنصیب نہیں ہوسکتے، مضارع میں حال اور استقبال دونوں زمانے ہوتے ہیں لہٰذا اللہ والوں کے دوست خوش نصیبی کے ساتھ جیتے ہیں اور خوش نصیبی کے ساتھ مرتے ہیں۔

اس کی شرح علامہ ابن حجر عسقلانی نے شرحِ بخاری میں ان الفاظ سے فرمائی ہے اِنَّ جَلِيْسَهُمْ يَنْدَرِجُ مَعَهُمْ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والے

انہی کے ساتھ مندرج ہوتے ہیں، اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والوں کو اللہ ان ہی میں لکھ لیتا ہے، فِيْ جَمِيْعِ مَا يَتَفَضَّلُ اللّٰهُ بِهٖ عَلَيْهِمْ اِكْرَامًا لَّهُمْ اور وہ تمام مہربانیاں جو اللہ والوں پر برستی ہیں اللہ ان کے ساتھیوں کو بھی دے دیتا ہے کیونکہ یہاں مفعول لہٗ آرہا ہے، مفعول لہٗ فعل کا سبب بیان کرتا ہے جیسے ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا میں نے پٹائی کی اس کی ادب سکھانے کے لیے تو تَادِيْبًا منصوب کیوں ہے؟ کیونکہ مفعول لہٗ ہے اور اگر آپ نے مَشْدُوْدًا کہہ دیا کہ باندھ کر رسی سے مارا تو مَشْدُوْدًا اس کا حال ہے اور فِي الْمَسْجِدِ کہہ دیا تو مکان بھی آ گیا اور یہ مفعول فیہ ہو گیا۔ جَمِيْعِ مَا يَتَفَضَّلُ اللّٰهُ بِهٖ عَلَيْهِمْ اِكْرَامًا لَّهُمْ اس میں اپنے پیاروں کا اکرام ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ اللہ والوں کے ساتھ رہو۔

شاہراہِ اولیاء کو مت چھوڑو

ہمارے بزرگوں اور اکابر کا تعامل چلا آرہا ہے کہ شیخ سے بیعت ہونا اور ان کے مشورے سے راستہ طے کرنا ہے، خالی علم سے نہیں، اپنے شیخ سے پوچھ پوچھ کے کام کرنا ہے تو مشائخ کا یہ تعامل شاہراہِ اولیاء ہے، جو سپر ہائی وے کو چھوڑ کر کسی چھوٹی گلی میں گھس گئے ان پر ڈاکہ پڑ گیا، چونکہ سپر ہائی وے پر بہت سی موٹریں چل رہی ہیں تو ڈاکو بھی ڈرتا ہے کہ کسی موٹر میں کوئی صاحبِ اسلحہ ہو سکتا ہے۔ تو شاہراہِ اولیاء کو مت چھوڑو، اسی پر چلو۔

آج جو کچھ اختر سے کام ہو رہا ہے یہ سب میرے شیخ کی دعاؤں کا اثر ہے، میں اپنے مریدوں اور احباب پر اس کو ظاہر بھی کرتا ہوں کہ یہ سب ہمارے حضرت والا کی دعاؤں کا صدقہ ہے، اس میں کبر سے تحفظ ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں ہے کہ اشرف علی کچھ نہیں ہے، سب حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیوں کا صدقہ ہے، اس میں نفس کی نفی

ہوجاتی ہے، اپنا کمال مت ظاہر کرو۔

لیکن یہ بات یاد رکھو کہ نری صحبت کافی نہیں کیونکہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ...الخ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کا حال بیان کیا ہے کہ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ، مضارع سے بیان فرمایا ہے جس میں حال اور استقبال دونوں زمانہ ہوتا ہے یعنی حال میں بھی اور مستقبل میں بھی صرف میں ہی اُن کے دل کی مراد ہوں اور یہ میرے مرید ہیں۔ تو بتاؤ گناہ غیر اللہ ہیں یا نہیں؟ لہٰذا اگر یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ چاہتے ہو تو گناہوں کو چھوڑنے کا ارادہ بھی کرو۔

یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ کے لئے ارادۂ خونِ تمنا بھی ضروری ہے

اگر گناہ چھوڑنے کا ارادہ نہیں کرو گے تو اللہ کو نہیں پاؤ گے۔ اللہ نے قیامت تک کے لیے صحابہ کی شان بتادی یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ یعنی مجھے ہر وقت اپنا مراد بناؤ، ارادہ کرو کہ میرا اللہ مجھ سے خوش رہے اور ایک لمحہ بھی ناراض نہ ہو، یُرِیْدُوْنَ کا فاعل مُرِیْدُوْنَ ہے، لوگ کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں پیری مریدی کا ثبوت کہاں ہے؟ یُرِیْدُوْنَ کا اسم فاعل مُرِیْدُوْنَ ہے، تو جو ارادہ کر کے اللہ کو اپنے دل میں مراد بنائے یعنی پکا ارادہ کرے کہ اللہ کو ناراض نہیں کرنا ہے کتنا ہی حرام مزہ آئے، ایسے حرام مزے پر کروڑوں لعنت بھیجو، نظر کی حفاظت کر کے غم اُٹھانے کی عادت ڈالو، یہ نصیبِ دوستاں ہے، نصیبِ اولیاء ہے، غذائے اولیاء ہے، اس کے بدلے میں اللہ آپ کے قلب کو پیار عطا کرے گا کہ میرے بندے نے میرا قانون یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ نہیں توڑا، اپنا دل توڑ دیا، ایسے ٹوٹے ہوئے دل کو اللہ پیار کرتا ہے کہ میری محبت میں اس نے دل توڑا، اپنی خوشیوں کا خون کیا اور مجھے خوش رکھا، مجھے خوش کرنے کے لیے اپنی خوشی کو ناخوشی میں کنورٹ (Convert) کیا تو پھر اللہ کو رحم آتا ہے کہ اسی

عالم میں کتنے لوگ عورتوں سے بدنظری کر کے حرام لذت اڑا رہے ہیں لیکن میرا یہ بندہ ایسا ہے جو اپنے سینے میں قلبِ شکستہ رکھتا ہے، ٹوٹا ہوا دل رکھتا ہے اور یہ نہیں کہ ایک دفعہ دل توڑ دیا چونکہ ہر وقت بے پردگی اور عریانی عام ہے تو مسلسل اپنے دل کو توڑتا رہتا ہے، تو ایسے شکستہ قلوب کو جو خدا کی یاد میں تسلسل کے ساتھ ٹوٹتے رہتے ہیں مگر حرام لذت اپنے اندر نہیں آنے دیتے ان پر اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ قربِ الٰہیہ مسلسلہ، متواترہ، وافرہ، بازغہ عطا ہوتی ہیں، بازغہ کہتے ہیں بارہ بجے دن کے سورج کو یعنی ان کے قلب پر نہایت قوی تجلی نازل ہوتی ہے اور وافرہ کے معنی ہیں بہت زیادہ اور متواترہ یعنی مسلسل کیونکہ وہ ہر وقت، مسلسل غم اٹھاتے ہیں اور جب حالتِ غم میں نہیں ہوتے مثلاً مسجد میں بدنظری کا کوئی موقع نہیں ہوتا تب بھی ان کا ارادہ ہوتا ہے کہ جب تک جیتا رہوں گا آپ کا بن کے جیتا رہوں گا اور خونِ آرزو پیتا رہوں گا، حرام آرزو کی تکمیل نہیں کروں گا تو اس ارادۂ دائمہ اور مسلسلہ کی وجہ سے ان کے قلب پر تجلیاتِ قربِ الٰہیہ مسلسلہ، متواترہ، وافرہ اور بازغہ عطا ہوتی ہیں اور ان کا چہرہ ترجمانِ قلب ہوتا ہے، جس کے قلب میں مولیٰ ہوتا ہے اس کا چہرہ اور آنکھیں ترجمانِ مولیٰ ہوتی ہیں، اس کے چہرے پر آپ کو مولیٰ کی تجلیات نظر آئیں گی اور جن کے دل میں کوئی لونڈا یا کوئی لونڈیا ہوگی، کوئی معشوق یا معشوقہ ہوگی اس کے چہرے پر اس معشوق کے گراؤنڈ فلور کے جغرافیے ہوں گے، منحوسیت اور لعنت برس رہی ہوگی، ان کے چہروں پر پیشاب اور پاخانے کے مخارج یعنی سبیلین کے جغرافیے ہوتے ہیں کیونکہ اس کے دل میں وہی تمنا ہے کہ کوئی معشوق یا کوئی معشوقہ ملے تو اس کے پیشاب پاخانے کے مقامات میں مرور اور عبور کر کے سرورِ حرام حاصل کریں اور بے غیرتی اور کمینے پن اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے وفائی کر کے مجرمانہ زندگی گذاریں۔

باوفا، باحیا، باخدا رہو

آپ کسی بے وفا کو دوست بنانا پسند نہیں کرتے لہٰذا آپ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے وفا نہ رہو، اللہ کی دی ہوئی روٹی کھاتے ہو تو اللہ کے وفادار رہو، اگر دس دن کھانا نہ ملے تو بتاؤ معشوق تلاش کرو گے یا روٹیاں مانگو گے؟ اسی لیے میں دوستوں سے کہتا ہوں کہ باوفا رہو، باحیا رہو اور باخدا رہو بس تین کام کرلو پھر دیکھو، دنیا میں تم ایک لیلیٰ کے چکر میں ہو وہ بھی عَلٰی مَعۡرَضِ الۡجُوۡتَا ہے، پکڑے گئے تو جوتا پڑے گا اور تقویٰ سے رہو گے تو تمہارے جوتے اٹھائے جائیں گے، نافرمانی کرو گے تو سر پر جوتے پڑیں گے، عشقِ مولیٰ والوں کے جوتے اٹھائے جاتے ہیں اور عشقِ لیلیٰ والوں کی کھوپڑی پر جوتے مارے جاتے ہیں۔

قدرتِ تقویٰ ہر ایک میں ہے

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جب تک جان ہے، ہمتِ تقویٰ ہے۔ اگر ہمتِ تقویٰ نہ ہو تو تقویٰ فرض نہیں رہے گا ورنہ ظلم ہوجائے گا، جب طاقتِ تقویٰ اور ہمتِ تقویٰ نہیں ہے پھر تقویٰ فرض کرنا ظلم ہے یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے تو معلوم ہوا کہ مرتے دم تک ہمتِ تقویٰ اور طاقتِ تقویٰ موجود ہے لیکن استعمالِ ہمتِ تقویٰ اور استعمالِ قدرتِ تقویٰ میں ہم مجرم ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ﴾

(سورۃُ التغابن، آیت:۱۶)

تم اللہ سے ڈرو جتنی تمہاری استطاعت ہے اور استطاعت کا استعمال کرنے ہی میں ہم غفلت برتتے ہیں جبکہ اللہ والے ہمیشہ غمگین رہتے ہیں، روتے ہیں کہ معلوم نہیں ہم نے استطاعت کا حق ادا کیا یا نہیں؟ یعنی جتنی ہماری قدرت ہے

اتنا ہم نے استطاعت کا حق ادا کیا یا نہیں؟ جتنی ہماری نظر بچانے کی قدرت ہے اس قدرت کو ہم نے استعمال کیا یا نہیں یا ہم اس میں چور اور خائن ہیں، اسی فکر و غم میں وہ مرتے رہتے ہیں، ساری زندگی گھلتے رہتے ہیں، اشک بار آنکھوں سے معافی مانگتے رہتے ہیں۔

حکیم الامت نے ایک عجیب بات فرمائی کہ جو شخص کہے کہ مجھے طاقت نہیں رہتی، حسینوں کو دیکھ کے میں پاگل ہو جاتا ہوں، پرانی عادت راسخ ہو چکی ہے تو اس کا جواب حکیم الامت نے دیا کہ قدرت ہمیشہ ضدین سے متعلق ہوتی ہے یعنی جس کام کو کرنے کی قدرت ہوتی ہے آدمی اس کو نہ کرنے پر بھی قادر ہوتا ہے۔ جو آدمی ہاتھ اٹھا سکتا ہے وہ اسے نیچے بھی گرا سکتا ہے، جو حسینوں پر نظر ڈال سکتا ہے وہ ہٹا بھی سکتا ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو۔ اس کی ایک مثال میں دیتا ہوں کہ اگر پولیس کا سپرانٹنڈنٹ کہے کہ یہ میرا لڑکا یا میری لڑکی ہے، جو نظر باز یہ کہتا ہے کہ حسینوں کو دیکھ کر میں پاگل ہو جاتا ہوں وہ آج میری لڑکی کو دیکھ کر دکھائے اور ایک ہاتھ میں اس کے پستول بھی ہو تو وہاں اس کا نفس بڑا عقل مند بن جاتا ہے۔ معلوم ہوا نظر بچانے کی طاقت ہے جبھی تو پستول دیکھ کر پاگل نہیں ہوا۔ آہ! مخلوق کے خوف سے نظر نیچی کرنے والو! اس بڑی طاقت کا بھی دھیان پیدا کر لو جسے ہماری نظر کی بینائی چھیننے یا ہمارے گردے بیکار کرنے کے لیے کسی پستول کی بھی ضرورت نہیں۔

تو میں یہ بتا رہا تھا کہ صحبت شیخ میں اول تو یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ ضروری ہے کہ مخلص ہو اور گناہوں سے بچنے کا مجاہدہ کرے اور دوسرے یہ کہ شیخ کی صحبت میں اس کے آداب کا خاص خیال رکھے۔ شیخ کے سامنے مٹ کر رہنا چاہیے، اس کی روک ٹوک اور ڈانٹ کو اپنی اصلاح کا ذریعہ اور شیخ کا پیار سمجھنا چاہیے، یہ نہیں کہ شیخ نے کسی بات پر ٹوک دیا یا پکڑ ہو گئی کہ یہ کام کیوں کیا تو اگر

مگر اور بحث بازی شروع کردی۔ اس میں ایذائے شیخ ہے۔

شیخ کے مواخذہ پر اعترافِ قصور کی تعلیم

ایک صاحب سے مولانا شاہ ابرار الحق صاحب بہت ناراض تھے، کئی برس سے ان کی خط و کتابت چل رہی تھی، میں حیدر آباد دکن گیا تو حضرت نے ان کو تار دے کر بلوایا اور فرمایا کہ تم اپنے معاملات کے سارے خطوط دکھاؤ، انہوں نے شیخ سے بڑی اگر مگر لگا رکھی تھی کہ اس میں یہ بات ہے، اس میں یہ وجہ ہے اور آپ ذرا ذرا سی بات میں ناراض ہو جاتے ہیں تو حضرت نے لکھا کہ میں جتنا ناراض ہوتا ہوں اتنا ہی جلد راضی بھی تو ہو جاتا ہوں۔ شیخ نے ان کو میرے حوالے کر دیا کہ تم اس کو سمجھاؤ تو میں نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ اگر مگر چھوڑ دو سیدھا سیدھا لکھ دو کہ میں اعترافِ قصور کرتا ہوں، اپنی تمام خطاؤں کی معافی چاہتا ہوں اور آئندہ ان شاء اللہ احتیاط کروں گا۔ یہ ایسے جملے ہیں کہ جس سے شیخ کو اذیت نہیں پہنچتی۔

بس کیا کہیں، بے وقوف انسان اس کو سمجھتا نہیں ہے، اسی سے شیخ کو تکدر ہوتا ہے اور اذیت پہنچتی ہے، مرید یہ سمجھتا ہے کہ میں اگر مگر لگا کر دائرہ مواخذے سے نکل جاؤں گا مگر یہ اللہ کے راستے کا ادب نہیں ہے، فوراً اعتراف کرلو اگر چہ قصور نہ بھی ہو، جو مزہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا میں ہے وہ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ میں نہیں ہے جیسا کہ شیطان نے کہا تھا کہ اے اللہ! مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے اور اس میں کبریٰ محذوف ہے، وہ کیا ہے کہ اَلنَّارُ اَفْضَلُ مِنَ الطِّیْنِ آگ افضل ہے مٹی سے، تو گویا آپ افضل کو فاضل کے سامنے سجدے کا حکم دے رہے ہیں، ابلیس اللہ میاں کو یہ مشورہ دے رہا ہے۔

آیت رَبَّنَا ظَلَمۡنَا ... الخ سے ادبِ اعترافِ قصور کی دلیل

اسی لئے کہتا ہوں کہ شیخ کے ساتھ اگر مگر اور بحث و مباحثہ عذرو تاویلات کا شیطانی راستہ اختیار نہ کرو بلکہ سیدھا سیدھا اعترافِ قصور کرلو۔ اگر کوئی پوچھے کہ یہ اعترافِ قصور آپ نے کہاں سے سیکھا تو سن لو کہ یہ تصوف بلا دلیل نہیں ہے رَبَّنَا ظَلَمۡنَا نے یہ بتایا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام یہ کہہ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میں بھول گیا تھا لیکن آپ نے اعترافِ قصور کرلیا۔

جب آدم علیہ السلام نے ممنوعہ درخت کو کھالیا تو اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ فَنَسِیَ آدم علیہ السلام بھول گئے تھے وَلَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا ان کے قلب میں خطا کے ارادے کا ایک ذرّہ تک نہیں تھا، عَزۡمًا نکرہ ہے اور لَمۡ نفی ہے تو عَزۡمًا نکرہ تحت النفی ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے اِنَّ النَّكِرَةَ اِذَا وَقَعَتۡ تَحۡتَ النَّفۡيِ تُفِيۡدُ الۡعُمُوۡمَ یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کے دل میں ارادۂ نافرمانی کا ایک اعشاریہ، ایک ذرّہ بھی نہیں دیکھا، اس سے بڑی کیا دلیل ہوسکتی ہے۔ لیکن پھر بھی حضرت آدم علیہ السلام نے کوئی عذر نہیں پیش کیا، یہ نہیں فرمایا کہ یا اللہ! میں بھول گیا تھا، جب شیطان نے آپ کا نام لیا اور قسم اٹھائی تو آپ کے نام سے میں اتنا مست ہوگیا تھا کہ آپ کا حکم بھول گیا، جبکہ حقیقت بھی یہی تھی کہ آپ بھول گئے تھے۔ شیطان ظالم نے قسم کھائی تھی کہ اے آدم! اللہ کی قسم اگر تم نے اس ممنوعہ درخت کو کھالیا تو تم ہمیشہ جنت میں رہوگے۔ حکیم الامت فرماتے تھے کہ اللہ کے نام سے آپ پر نشہ طاری ہوگیا تھا۔

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیر دورِ جام ہے

غلبۂ لذتِ اسمِ مبارک سے آپ کو نسیان ہوگیا تھا لیکن رَبَّنَا ظَلَمۡنَا کا جو مزہ آپ نے لیا اس کے مقابلے میں دنیا میں کوئی مزہ نہیں کہ اے ہمارے پالنے

والے! ہم سے قصور ہو گیا۔

رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا وَ اِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ کا مزہ عاشقوں سے پوچھو، رَبَّنَا کہتے ہی مزہ شروع ہو گیا کہ اے ہمارے پالنے والے! پھر ظَلَمۡنَا کا مزہ الگ کہ ہم نے ظلم کیا اَنۡفُسَنَا نے مزہ اور بڑھا دیا کہ آپ کا کچھ نقصان نہیں ہے ہم نے اپنا ہی نقصان کیا ہے، وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا، تو ہر ہر لفظ کا مزہ الگ ہے۔

بعضے ظالموں کو یہی سکھاتا ہوں کہ اگر مگر مت لگایا کرو، اللہ کا راستہ عقل کا راستہ نہیں ہے، یہ فنائیت کا راستہ ہے، اپنے بڑوں کے سامنے بالکل مٹ جاؤ، یہ نہ سوچو کہ شیخ میری غلط گرفت کر رہا ہے، شیخ خطا پر ہے اور میں حق پر ہوں، بتاؤ! کسی کو میری اس تقریر پر کوئی اِشکال ہے؟ بولو بھئی! کیا قرآنِ پاک کا استدلال آپ کے لیے باعثِ تسلی نہیں ہے کہ فَنَسِیَ وَلَمۡ نَجِدۡ لَہٗ عَزۡمًا کے علمِ الٰہی کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام رَبَّنَا ظَلَمۡنَا کہہ رہے ہیں، اگر ناقص عشق نہیں ہے، محبتِ کاملہ ہے تو اسی میں مزہ آتا ہے کہ مجھ سے قصور ہو گیا، خطا ہو گئی۔ آہ! کیا کہوں، کاش یہ عبدیت ہمارے قلوب میں اللہ داخل فرما دے کہ عذر موجود ہے اور اللہ کا فرمان بھی ہے پھر بھی اعترافِ قصور کر رہے ہیں۔ جب ری یونین میں میری یہ تقریر ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ آج تو عجیب مزہ آیا۔

اعترافِ قصور شرافتِ بندگی کی دلیل ہے اور اگر مگر کمینہ پن اور خباثتِ طبع کی دلیل ہے، اس کے اندر شیطانی مادّہ چھپا ہوا ہے، وہ نہیں چاہتا کہ ہم اپنے کو مٹائیں، اس لیے اگر مگر لگاتا ہے کہ یہ بات یوں نہیں تھی، ایسے ہو گئی تھی، یہ ہو گیا تھا اور مجھے خیال نہ رہا، اس میں وہی شیطانی بات اور بے ادبی ہے

کہ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ میرا نفس بری ہے، آپ مجھ پر گرفت غلط کررہے ہیں۔

بے ادبی کا سبب کبر ہے

اور بے ادبی کا سبب بہت چھپا ہوا کبر ہوتا ہے۔ جس کو خود یہ بھی نہیں سمجھتا، اس کو اپنی ہستی کا احساس ہوتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں۔ حضورِ شیخ میں اپنے کو کچھ سمجھنا بے وقوفی ہے، اس مخفی کبر کی دلیل کیا ہے؟ اس کو غور سے سن لو۔ شیطان نے جو کہا کہ آپ نے ہم کو آگ سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور آگ افضل ہے مٹی سے، آگ کا مرکز اوپر ہے، زمین نیچے ہے تو ایک عالی سے آپ سافل کو سجدہ کرارہے ہیں، اَبٰی وَ اسۡتَکۡبَرَ یہی دلیل ہے کہ اس کے اندر خفیہ کبر موجود تھا، یہ جو اَبٰی ہے استکبر اس کا سبب ہے، ابی مسبب ہے، استکبار سبب ہے، اَبٰی معلول ہے، استکبر اس کی علت ہے۔ اس لیے فنائے نفس کی اللہ سے دعا کرو۔ پھر دعا کرو کہ یا اللہ! ہم سب کو اتنا مٹا دے کہ ہم کو اپنے مٹنے کا احساس بھی نہ ہو، مقامِ فناء الفناء نصیب فرما اور اتنا مٹا دے جتنا مٹنا آپ کو پسند ہے۔ آہ! بتاؤ میر صاحب! کیسی پیاری دعا ہے کہ اے خدا! ہم سب کو اتنا مٹا دے جتنا مٹنے سے آپ خوش ہوجائیں اور عظمتِ شیخ کا حق ادا ہوجائے۔

اغلاط کی تاویلات میں نقصان ہی نقصان ہے

بولو! عظمتِ شیخ اس میں ہے کہ میرا نفس بری ہے، آپ غلط میرا مواخذہ کررہے ہیں؟ یا اعترافِ قصور میں ہے؟ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسا آدمی اور ڈانٹ کھاتا ہے، بعضے لوگ خانقاہوں سے نکال دیئے گئے، مخلوق میں بھی ذلیل ہوئے اور شیخ کو جو دُکھ پہنچا وہ الگ، مرید کے لیے وہ مستزاد عذاب ہے۔ بولو! شیخ کو ایذاء پہنچانے والے سے بڑھ کر کوئی مجرم ہے؟ اس لیے میں

بہت ڈرتا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جب میرے شیخ کو ایک آدمی پر غصہ آیا اور اسی وقت فالج کا اٹیک ہو گیا، ایسے مُوذی مریدوں سے اللہ بچائے جن کو سمجھانے کے باوجود بھی احساس نہیں ہے۔

میں نے بتادیا کہ میں دل کا مریض ہوں، غصہ دل کی رفتار کو بڑھا دیتا ہے۔ اگر تم نے شیخ کو غصہ دلایا اور اعترافِ قصور کی راہ اختیار نہ کی کہ مجھ سے خطا ہوگئی، معافی چاہتا ہوں، اگر مگر لگایا اور اس کی تکلیف سے غصہ بڑھا اور اس کو فالج ہو گیا تو تم کیا منہ دکھاؤ گے قیامت کے دن؟ بولو بھئی! یہ کوئی اچھا کام ہے؟ شیخ کو غصہ دلا کر، غصہ بڑھا کر اگر اس کو فالج میں مبتلا کر دیا تو آپ کا یہ فعل کیسا ہے؟ اس لیے کہتا ہوں کہ اپنی حماقت سے توبہ کرلو، سب لوگوں کے فائدے کے لیے کہتا ہوں کہ اگر مگر لگا کر شیخ کو اذیت مت پہنچاؤ، خاص کر جو لوگ رات دن ساتھ رہتے ہیں، جب کبھی بھی شیخ گرفت کرے تو فوراً کہو کہ میں اعترافِ قصور کرتا ہوں، میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے، خطا ہوگئی معافی چاہتا ہوں۔ اگر اس کے بعد آپ کو عافیت نہ ملے تو کہنا اختر کیا کہہ رہا تھا۔ بولیے عافیت میں جانا چاہتے ہو یا مصیبت میں؟ ان دو جملوں سے کہ خطا ہوگئی، معافی چاہتا ہوں، ان شاء اللہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا، شیخ آرام اور صحت سے رہے گا، غصے سے اس کے قلب کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، جس میں اس کی صحت کی حفاظت کی ضمانت ہے۔ اگر تم شیخ سے محبت کرتے ہو تو شیخ کی صحت کو نقصان پہنچانے والی حرکتوں سے بچنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر مگر لگانے سے اس کو تکدر ہوتا ہے اور تکلیف پہنچتی ہے، خاص کر جو شیخ دل کا مریض بھی ہو تو ایسے شیخ کو اذیت پہنچانا اور زیادہ حرام ہے یا نہیں؟ اور اللہ کے غضب کو خریدنا ہے یا نہیں؟ بہت افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں بعض لوگوں کو بار بار سمجھاتا ہوں مگر وہ پھر یہ سبق بھول جاتے ہیں اور اگر مگر لگانا شروع کر دیتے ہیں۔

اس مضمون کو ایک بہت عمدہ مثال سے سمجھا تا ہوں۔ ایک بادشاہ نے اپنے غلام سے کہا کہ پانی میں گھس جاؤ مگر کپڑا نہ بھیگنے پائے، وہ پانی میں گھس گیا مگر کپڑا بھیگ گیا، بادشاہ نے کہا کہ کپڑا کیوں بھیگا؟ کہا حضور خطا ہوگئی، معافی چاہتا ہوں۔ جن لوگوں پر عقل کا غلبہ ہے وہی شیخ کو دُکھ پہنچاتے رہتے ہیں، غلبۂ عقل سے کام مت لو غلبۂ عشق سے کام لو، نا کردہ خطاؤں پر بھی یعنی اگر خطا نہیں بھی ہوئی تب بھی کہہ دو کہ میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں، مجھے معاف کر دیجئے۔ تو امن کا راستہ چھوڑ کر خود بھی پریشان ہوتے ہو اور شیخ کو بھی پریشان کرتے ہو۔ راہِ امن کیوں نہیں اختیار کرتے؟ دو جملے کہہ لو تا کہ آگے کوئی سوال وجواب ہی نہ ہو، اعتراف کر لو کہ مجھ سے خطا ہوگئی، معافی چاہتا ہوں، آئندہ نہیں کروں گا۔

میرے بیٹے مولانا مظہر جب کم عمر تھے، پڑھ رہے تھے تو کسی بات پر میں نے ان کی پٹائی کا ارادہ کیا تو وہ بھاگے نہیں، اور لڑکے ہوتے تو وہ بھاگ جاتے، اللہ تعالیٰ مولانا مظہر کے درجات کو بلند فرمائے، دل سے دعا نکلتی ہے، تو وہ بھاگے نہیں بلکہ میرے پاس بیٹھ گئے اور ٹوپی بھی اتار لی اور کہا کہ ابا مجھے جتنا چاہیں مار لیں، تو اس ادا سے میں خود رونے لگا۔

اس لیے اپنے دوستوں کو سکھاتا ہوں مگر پتا نہیں کیوں ان کے دماغ میں ادب کی یہ باتیں نہیں گھستیں، دماغی کمزوری ہے یا کیا ہے، بھول جاتے ہیں، آپ نے دیکھا کہ بیٹا اعترافِ قصور اور سزا کے لیے تیار ہوا تو باپ خود رونے لگا، غصہ ختم کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی راستہ نہیں ہے۔ تو بار بار کہتا ہوں کہ جب شیخ گرفت کرے تو چاہے تمہارے پاس لاکھ عذر ہوں مگر کچھ نہ بولو، بس یہ کہہ دو کہ حضرت مجھ سے غلطی ہوئی، مجھے اعترافِ قصور ہے، میں نالائق ہوں، نادان ہوں، مجھ سے غلطی ہوگئی، معافی چاہتا ہوں، بس بات

ختم، معافی مانگنے سے بات کبھی بھی آگے نہیں بڑھے گی، چاہے تمہارے دماغ میں کتنا ہی خناس آئے کہ اس وقت ہم قابلِ گرفت نہیں ہیں، ہم پر ظلم ہو رہا ہے، یہ شیطانی مرض ہے۔ یہی سمجھ لو کہ جس مقام سے شیخ گرفت کر رہا ہے اس مقام کو ہم نہیں سمجھ پارہے، اگرچہ ہماری خطا چھوٹی سی ہے۔

شیخ کی نظر مرید کے تمام مصالح دینیہ کو محیط ہوتی ہے

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ بعض وقت خطا چھوٹی سی ہوتی ہے مگر اس کا منشاء اور جڑ خطرناک ہوتی ہے، مثلاً اس میں کبر چھپا ہوتا ہے۔ بعض وقت میں شیخ بڑی خطا کو معاف کر دیتا ہے اور چھوٹی خطا پر سخت گرفت کرتا ہے کیونکہ اس کی نظرِ اصلاح مرید کے مصالح دینیہ کا دور تک احاطہ کر رہی ہوتی ہے۔ لہٰذا دو جملے میں خود بھی آرام سے رہو اور شیخ کو بھی آرام سے رکھو۔ بولو بھئی! شیخ کو آرام سے رکھنا مطلوب ہے یا نہیں؟ خاص کر جو رات دن ساتھ رہیں۔ لہٰذا ان لوگوں کو دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگنی چاہیے جنہوں نے اپنے شیخ کو اپنی حماقتوں سے ایذا رسانی کی۔

تو اگر مگر لگانے کے بجائے فوراً اعترافِ قصور کرو۔ یہ حکیم الامت کا ارشاد ہے کہ مجھے تاویلات کرنے والوں پر ہمیشہ غصہ آتا ہے، اگر وہ کہہ دیں کہ خطا ہوگئی، معافی چاہتا ہوں تو بات ختم، شیخ اس سے زیادہ کیا چاہے گا، شیخ خود چاہتا ہے کہ تم بھی آرام سے رہو اور میں بھی آرام سے رہوں، یہ قابلیت کا راستہ نہیں ہے، یہ عاشقی اور آہ وزاری اور نیازمندی کا راستہ ہے، اپنی سب قابلیت کو لات مار دو اور یہ کہو کہ ہم کچھ نہیں ہیں، جاہلِ مطلق ہیں۔ ان تاویلات میں نفس کا بہت بڑا چور ہے، شیطان نہیں چاہتا کہ اپنے اوپر کوئی بار آئے، بارِ خطا جو نعمت تھی اس کو یہ بے وقوف حماقت سے نہیں سمجھا۔

خدمتِ شیخ کے لئے عقل وفہم کی ضرورت ہے

میں کہتا ہوں کہ عشق کے ساتھ تھوڑی سی دانائی بھی شامل کرلو، شیخ کی محبت میں جان دومگر شیخ کو ستاستا کے پاگل یا فالج میں مبتلا نہ کرو، شیخ کی خدمت دانائی کے ساتھ کرو، پاگلوں کی طرح سے محبت وخدمت مت کرو جیسے ایک ریچھ نے محبت کی تھی۔ ایک ریچھ اپنے مالک کو پنکھا ہنکا رہا تھا، اس نے ریچھ کو سکھا دیا تھا، ایک مکھی اس کے مالک پر بیٹھی تو اس نے ہانک دیا پھر بیٹھی پھر ہانک دیا جب تین چار دفعہ بیٹھی تو ریچھ ایک پتھر لے آیا اور اس مکھی کو زور سے مارا تو مالک کی ناک پھٹ گئی اور وہ مر گیا،تو نیت تو اس کی اچھی تھی۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری نیت تو آپ کو اذیت دینے کی نہیں تھی تو ریچھ والی محبت مت کرو، اللہ سے عقل وفہم مانگو، اللہ سے رورو کے یہ کہو کہ اے خدا! میرے شیخ کے بال بال کو میرے لیے دعا گو بنا اور ان کی آنکھیں مجھ سے ہمیشہ ٹھنڈی فرما، میری ذات سے ان کو ایک اعشاریہ بھی غم یا تکدر نہ پہنچے۔ یہ دعا بہت ضروری ہے، اگر اس دعا کی توفیق نہیں ہے تو وہ ظالم محروم القسمت ہے، شقاوتِ ازلیہ اس کے مقدر میں ہے۔

دو نعمتیں: (۱) اتباعِ سنت، (۲) رضائے شیخ

حکیم الامت کا ارشاد ہے کہ جس کو اتباعِ سنت اور رضائے شیخ نصیب ہو تو اس کے اندھیرے بھی اُجالے ہیں اور اگر اتباعِ سنت تو کرتا ہے مگر شیخ کو ناراض کیے ہوئے ہے تو شیخ کو ناراض کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی باپ کو ناراض کرے،تو جس طرح ماں باپ کو خوش کرنا ضروری ہے اسی طرح شیخ کی رضا بھی ضروری ہے اور جو شیخ کو ناراض رکھتا ہے تو یہ شخص بھی محروم رہے گا اور اس کے اُجالے بھی اندھیرے ہیں، اگر اس کو روشنی بھی نظر آتی ہے تو سمجھ لو سب دھوکہ ہے۔

شیخ دروازۂ فیض ہے

اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک بات دل میں ڈالی کہ شیخ دروازۂ رحمت اور دروازۂ فیض ہے، مبدأفیاض سے بندے تک وہ بیچ میں کٹ آؤٹ اور واسطہ ہوتا ہے اور ہر انسان اپنے دروازے کی صفائی کو محبوب رکھتا ہے اور دروازے کو گندا رکھنا مشابہ یہودیت ہے، یہودی لوگ اپنے دروازے کو گندا رکھتے تھے۔ تو شیخ اللہ کا دروازہ ہے، لہٰذا دروازے کو صاف رکھنا، خوش رکھنا، تکدر نہ ہونے دینا، یہ مطلوب ہے یا نہیں؟ جس طرح انسان اپنے دروازے کی گندگی سے ناراض ہوتا ہے، غم محسوس کرتا ہے تو جو شیخ کو ستاتا ہے یا ناراض رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اپنے اس دروازے کو ناراض کرنے والے کو اپنے فیضِ رحمت سے محروم کر دیتا ہے۔

دریائے رحمت سے جو ٹونٹی تم کو مل رہی ہے اگر کوئی اس ٹونٹی میں نجاست لگا دے تو اس میں سے جو پانی آئے گا تم کو بدبودار لگے گا لیکن اس میں دریا کا قصور نہیں ہے، تم نے ٹونٹی میں نجاست کیوں لگائی لہٰذا شیخ کو مکدر مت کرو بلکہ گاہے گاہے اس کو خوش کرو، کبھی غلطی ہو جائے تو فوراً معافی مانگ لو تاکہ اس پر اللہ کی رحمتوں کی جو بارش برس رہی ہے اس میں سے ہمیں بھی کچھ حصہ مل جائے اور ہم جو طرح طرح کی سزاؤں کے مستحق تھے تو ہم پر طرح طرح کی نعمتیں برس جائیں۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ کتنے ہی بڑے ہو جاؤ دو چیز جس کے اندر ہے اتباعِ سنت اور رضائے شیخ اس کے اندھیرے بھی اُجالے ہیں اور جس سے شیخ ناراض ہو یا سنت کی اتباع نہ ہو تو اس کے اُجالے بھی اندھیرے ہیں۔ یہ حکیم الامت کا ارشاد ہے۔ اس لیے سمجھاتا ہوں کہ اپنی عاقبت مت خراب کرو،

ایک دفعہ سمجھ لو کہ فائدہ اعترافِ قصور میں ہے، فوراً کہو کہ مجھ سے خطا ہوئی، معافی چاہتا ہوں، اگر عذر بھی ہے تو وہ بھی اس وقت مت پیش کرو۔ جب بادشاہ حرص چاہتا ہے تو قناعت پر خاک ڈالو، جب شیخ تم سے اعترافِ قصور مانگتا ہے تو تم اپنی عقل پر خاک ڈالو۔

محبت میں بعض دوست ایسے ہیں کہ شاید روئے زمین پر ان سے زیادہ کوئی محبت کرنے والا نہ ہو مگر وہ اپنی نادانی اور اپنے نفس کے وجود سے اور فنائے نفس کے نہ ہونے سے اگر مگر لگا کر اذیت پہنچانے میں بھی روئے زمین پر اوّل نمبر ہوتے ہیں، جہاں وہ محبت میں روئے زمین پر اوّل نمبر ہیں وہاں ایذا رسانی میں بھی اوّل نمبر ہوتے ہیں، ایسا شخص شیخ کی موت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ اس لیے اس نسخے کو یاد کرلو اور دنیا اور آخرت برباد مت کرو، اگر تمہارے دل میں محبت ہے تو محبت کا حق ادا کرو، تم کیوں نہیں چاہتے کہ میرا محبوب خوش رہے، اس کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی رہیں، اس کا بال بال ہمارے لیے دعا گو رہے۔ بولو بھئی! محبت کیا چاہتی ہے؟ محبوب کو اذیت پہنچانا یا محبوب کو خوش رکھنا؟ تو اپنی عقل پر خاک ڈالو، جو محبوب چاہتا ہے اس طرح سے رہو۔

محبت نام ہی اس کا ہے کہ اپنی مرضی کو محبوب کی مرضی میں فنا کردے، محبوب سے محبت اپنی مرضی سے کرنا یہ بدعت ہے اور محبوب سے محبت محبوب کی مرضی سے کرنا یہ سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق محبت کرنا سنت ہے اور مقبول ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی مرضی کے خلاف اپنی مرضی سے محبت کرنا یہ بدعت ہے اور مردود ہے۔ بتائیے! یہ بدعت کیسی تعریف ہے، ورنہ بدعتی نعوذ باللہ دشمن نہیں ہے، اس کی نیت یہی ہوتی ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہوجائیں لیکن چونکہ بدعتی کی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق نہیں ہے اس لئے

اس کی محبت غیر مقبول ہے، مردود ہے۔

عقل عقل سے نہیں فضل سے ملتی ہے

اور یاد رکھو! کہ محبوب کی مرضی کے مطابق محبوب سے محبت کرنا اور اپنی مرضی کو فنا کر کے اس کو خوش رکھنا اس مقام کو عقل سے نہیں پا سکو گے۔ یہ جملہ یاد رکھو کہ عقل سے عقل نہیں ملتی، فضل سے عقل ملتی ہے، یعنی جب اللہ تعالیٰ رہنمائی فرمائیں گے تب سمجھ آئے گی کہ میں اب تک کس حماقت میں مبتلا تھا۔ اس لیے اللہ سے فضل مانگو کہ اے خدا! مجھے ایسا ادب سکھا دے کہ میرا شیخ مجھ سے خوش رہے۔

اللہ سے عقل مانگو، ادب مانگو اور شیخ کے دل میں اپنی محبوبیت مانگو کہ ہم تو نالائق ہیں مگر آپ میرے شیخ کے قلب میں مجھ کو پیارا بنا دیجیے، دنیا میں سب سے بڑا رشتہ شیخ کا ہے، کسی کے لاکھوں کروڑوں مرید ہوں، کروڑوں تصنیفات ہوں لیکن اگر شیخ کے دل میں وہ محبوب نہیں ہے تو خطرہ میں ہے، اس لیے شیخ کو ہر طرح سے خوش رکھو۔

حضرت میاں مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے خادم حضرت غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پنکھا جھل رہے تھے، حضرت نے فرمایا کہ میاں تم مجھے بہت آہستہ آہستہ پنکھا جھل رہے ہو، کیا ہاتھ میں جان نہیں ہے؟ پھر انہوں نے اتنا زور سے جھلا کہ حضرت نے فرمایا: کیا اُڑا دے گا مجھ کو؟ تو ان کے منہ سے نکل گیا کہ کسی طرح چین نہیں ہے، ہلکا پنکھا جھلتا ہوں تو آپ کہتے ہیں ہاتھ میں جان نہیں ہے، تیز جھلتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اڑا دے گا۔ حالانکہ ان کو کہنا چاہیے تھا کہ حضرت دونوں صورتوں میں معافی چاہتا ہوں، اب درمیانی رفتار سے جھلوں گا مگر وہی بات ہے کہ جب تک خدا عقل نہ دے یہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ بعد میں انہوں نے اپنے قصور کی خوب تلافی کی اور شیخ نے بھی انہیں معاف فرما دیا اور بہت دین کا کام اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا۔

اور دیکھو! اپنا شیخ تو کیا کسی بھی اللہ والے کا دل نہ دُکھاؤ۔ اپنے شیخ کے علاوہ بھی جو لوگ اللہ والے صاحبِ نسبت ہیں میں نے کبھی ان کا دل بھی نہیں دُکھایا اور اگر دل دُکھانے کا ارادہ بھی نہیں ہے تب بھی اپنی بے وقوفی اور نادانی سے شیخ کو تکلیف مت پہنچاؤ، عقلِ سلیم کے لیے دعا کرو کہ اے اللہ! مجھے عقلِ سلیم نصیب فرما اور میری عقل پر اپنے فضل کا سایہ نصیب فرما کہ میری وجہ سے میرے شیخ کو اذیت نہ پہنچے کیونکہ عقل سے اللہ کا راستہ نہیں طے ہوتا، فضل سے طے ہوتا ہے، سمجھ گئے! ورنہ عقل ہوتے ہوئے بھی بعض لوگ شیخ کے دل کو مکدر کر دیتے ہیں۔ لہٰذا فضل کی ضرورت ہے ؎

کام بنتا ہے فضل سے اختر
فضل کا آسرا لگائے ہیں

اس لیے اللہ سے شیخ کے تکدر سے پناہ مانگتے رہو۔

حکیم الامت نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کڑوی دوا پلانا چاہ رہے تھے اور آپ انکار کر رہے تھے مگر جب آپ کو تھوڑی سی غشی آئی تو دوا پلا دی، بعد میں جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا کہ جس جس نے مجھے کڑوی دوا پلائی تھی اس کو یہ کڑوی دوا پلا دو، ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اندیشۂ عذاب ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اخلاص سے بھی اذیت مت پہنچاؤ، یہ بہت نازک مسئلہ ہے، سوائے اللہ سے پناہ مانگنے کے اور کوئی چارہ نہیں، اللہ ہم سب سے ہمارے بزرگوں کو خوش رکھے اور ان کے بال بال کو دعا گو رکھے اور ان کے تکدر سے ہم سب کو محفوظ فرمائے۔

اصلی عاشقِ شیخ

میں جب اپنے شیخ کو خط لکھتا ہوں تو تین دفعہ یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَاغَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ پڑھ کے پھونک مارتا ہوں کہ میرے کسی لفظ سے میرے شیخ کو

ایک اعشار یہ بھی تکدر نہ ہو۔اصلی عاشق وہ ہے جو اس دعا میں مر رہا ہو کہ یا اللہ! مجھ سے کوئی ایسی حرکت وسکون یا کوئی ایسا قول وفعل نہ ہو جس سے میرے شیخ کو ایک اعشار یہ، ایک ذرّہ بھی تکدر ہو، یہ اصلی عاشق ہے، پیر دبانے اور دوا پلانے کا نام عشق نہیں ہے، ناراضگی سے بچنے والا زیادہ اعلیٰ درجے کا دوست ہے، جس طرح گناہ سے بچنے والا اللہ کا زیادہ بڑا ولی ہے، ایسے ہی شیخ کو اذیت نہ پہنچانے والا شیخ کا زیادہ دوست ہے۔

یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ پڑھ کے دعا کرو کہ اے اللہ! اپنے ان اسماء کی برکت سے میرے شیخ کے دل میں مجھ کو پیارا بنا دے، اگر بیوی پڑھے گی تو شوہر کی نظر میں پیاری بنے گی اور شوہر پڑھے گا تو بیوی کی نظر میں پیارا بن جائے گا، امام پڑھے گا تو کمیٹی کی نظر میں پیارا ہوجائے گا اور کمیٹی پڑھے گی تو امام تختہ نہیں اُلٹے گا، یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ یہ عجیب نام ہیں، ورنہ سب کچھ ہونے کے باوجود بعض وقت آدمی نگاہ میں کھٹکتا رہتا ہے ؎

پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے

بعض وقت بے ہنر، ناک کی چپٹی بیوی کو شوہر پیار کرتا ہے اور دوسری طرف نہایت حسین بیوی کی پٹائی ہوتی ہے، میرے پاس ایسے کتنے واقعات آئے کہ بیوی نہایت حسین ہے مگر بیچاری ہر وقت مار کھا رہی ہے اور اس کے مقابلے میں کالی کلوٹی چپٹی ناک والی کو اس کے شوہر کا پیار مل رہا ہے، تو اپنی قابلیت کو مت دیکھو کہ میں تو شیخ کو اتنا آرام پہنچاتا ہوں اور شیخ بلاوجہ مجھ سے ناراض ہے، یہ دیکھو کہ ؎

پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے

حکیم الامت کا جملہ یاد رکھو کہ جس کو دو چیزیں یعنی اتباعِ سنت اور شیخ کی رضا حاصل ہو پھر اس کے اندھیرے بھی اُجالے ہیں۔اور جو ہر وقت شیخ کے

ساتھ رہنے والے ہیں ان پر زیادہ ذمہ داری ہے کہ میری ذات سے شیخ کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ جو چوبیس گھنٹہ شیخ کے ساتھ رہتا ہے اس کی رفاقت میں حَسُنَ بہت ضروری ہے وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا میرے شیخ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں حَسُنَ کیوں نازل فرمایا؟ اس لئے کہ ساتھ تو رہو مگر رفاقت حسین ہو۔ اس لئے ایک ایک لفظ کو پہلے سوچو پھر بولو، زیادہ بات بھی نہ کرو کہ بعض وقت احمقانہ الفاظ سے شیخ کو اذیت پہنچے گی۔

کوئی کتنا ہی بے قوف ہو اگر وہ اللہ سے مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی عقل میں نور ڈال دے گا، اللہ کا فضل عقل کے ساتھ جب مل جائے گا تو اس کی عقل میں اُجالا آجائے گا اور وہ ہمیشہ اچھا کام کرے گا اور کامیاب ہوجائے گا۔ بعض وقت بے وقوفوں نے اللہ کو راضی کرلیا اور عقلمندوں سے نالائقیاں ہوگئیں۔ بے وقوف نے اپنی نادانی کے باوجود اپنی چھوٹی سی عقل سے اللہ کو اللہ سے مانگ لیا اور عقلمند نے ناز کیا کہ میں تو بہت ہی قابل ہوں اور اس نے نہیں مانگا تو عقل والوں سے ایسی نالائقیاں صادر ہوئیں جس کی حد نہیں۔

موذی مرید

حکیم الامت کا ایک مرید تھا، اتنا قابل تھا کہ جب حضرت والا اردو میں بیان کرتے تھے تو وہ عربی میں لکھتا تھا مگر اس ظالم کو اپنی ذہانت پر تکبر ہوگیا، اپنی عقل پر اللہ کے فضل کو نہیں مانگا، نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت والا کے مسلک کے خلاف ہوگیا اور خانقاہ میں بیٹھ کر مقابلے شروع کردیئے، حضرت نے فرمایا کہ اگر تم کو مخالفت کرنی ہی ہے تو تم یہاں سے چلے جاؤ لیکن وہ نہ گیا، اس کو اپنی عقل پر اتنا ناز ہوا کہ میں حق پر ہوں، شیخ اس مسئلے میں غلطی پر ہیں، شیخ سے بحث شروع کردی، پھر حکیم الامت کو بدتمیزی کے خط لکھنے شروع کردیئے حالانکہ حضرت سے خلافت بھی پاگیا تھا، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرکو جو

القاب لکھتے تھے اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی حکیم الامت کو وہ القاب لکھنے شروع کردیئے، اسلامی سلام بھی نہیں لکھتا تھا کافروں والا سلام لکھتا تھا، حضرت حکیم الامت کا رسالہ ہے ''موذی مرید''، میں نے خود اس میں یہ سب پڑھا، حضرت نے رسالہ کا نام ہی ''موذی مرید'' رکھ دیا۔

اس لیے کہتا ہوں خدا کے لیے موذی مت بنو، آرام نہ پہنچاؤ تو اذیت بھی نہ پہنچاؤ اور اپنی عقل پر اللہ کے فضل کو ہمیشہ مانگتے رہو، اللہ ارحم الراحمین ہیں، ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی بندہ اللہ سے مانگے کہ یا اللہ! میری عقل کے ساتھ اپنا فضل شاملِ حال فرمادے تاکہ میرے شیخ کا بال بال میرے لیے دعا گو رہے اور اللہ اس کی دعا قبول نہ فرمائیں۔

حضرت والا کی ایک خاص دعا

میں مسجد میں ہوں اور قسم بھی اٹھا سکتا ہوں کہ میں یہی دعا کرتا ہوں یا اللہ! میرے شیخ کے بال بال کو میرے لیے دعا گو بنادے اور ان کے قلب میں اختر کو پیارا بنادے۔ کیا کہوں، آج راز کی بات ظاہر کیے دیتا ہوں کہ میں یہ دعا مانگتا ہوں: جتنے حضرت کے مرید ہیں اللہ مجھے سب سے زیادہ پیارا بنادے، اَحَبُّ الْمُرِیْدِیْنَ بنادے، اَحَبُّ الْمُسْتَرْشِدِیْنَ بنادے، اَحَبُّ الْخُدَّامِ بنادے۔ ہماری عقل پر یا اللہ! اپنا فضل شامل فرمادے تاکہ ہم اپنے بڑوں کو ہمیشہ خوش رکھیں۔

اے خدا! جوئیم توفیق ادب

اے اللہ! اختر کو میرے احباب کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور میرے احباب کو میرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا، بے ادبی، بے وقوفی اور نالائقی سے حفاظت عطا فرما اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ یا اللہ! اپنے بڑوں کے سامنے اعترافِ قصور اور اعترافِ خطا اور فوراً معافی مانگنے کی توفیق نصیب فرمادے اور

اگر مگر کی تاویلات سے حفاظت فرما اور ہم کو اور ہمارے احباب کو ایک سو بیس سال کی عمر دے دے اور خوب خوب سارے عالم میں دین کی محنت اور خدمت اور اپنی محبت کے نشر کے لیے ہم سب کو گروہِ عاشقاں نصیب فرما اور سارے عالم میں پھرادے اور فضل فرمادے۔ یا اللہ جتنے دشمن ہیں سب کو ان ظالموں کے ظلم سے نجات مقدر فرمادے۔

رموزِ احکامِ الٰہیہ کے درپے نہ ہوں

کیا کہوں، حاسدوں سے تکلیف تو ہوتی ہے لیکن وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا کی اس آیت سے تسلی ہوتی ہے کہ اللہ نے ہر نبی کے لیے دشمن پیدا کیا مگر یہ جَعَلۡنَا میں جو جعل ہے اس سے یہ شبہ ہوجاتا ہے کہ جب ان دشمنوں کو اللہ ہی نے دشمن بنایا ہے تو ان کا کیا قصور ہے؟ تو حکیم الامت نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ جعل تشریعی نہیں ہے تکوینی ہے، جیسا کہ اللہ نے سور پیدا کیا وہ پاخانہ کھاتا ہے تو بہت سے تکوینی راز ہیں جن کا سمجھنا ہم پر فرض نہیں ہے، بس ایمان لانا کافی اور ضروری ہے، آخرت میں سب راز منکشف ہوجائیں گے اور پھر ہم کو راز سے کیا مطلب، رُموزِ مملکت کو مالک جانے، اپنی مملکت اور سلطنت کے راز کو بادشاہ جانے، ہمیں تو اپنا انعام لینا ہے، سموسے پاپڑ کھاؤ، کہاں کی تفتیش کر رہے ہو بس زیادہ رُموز کو سمجھنے کی کوشش بھی نہ کرو۔

دین کا کوئی مسئلہ یا بزرگوں کی کوئی بات سمجھ نہ آنے پر کیا کرنا چاہئے؟

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جب کوئی بات یا دین کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا تو میں نہ جاننے والی تھیلی میں اس کو ڈال دیتا ہوں اور بے فکر رہتا ہوں ورنہ

ہر وقت کھٹک رہے کہ بھئی اس میں کیا راز ہے، اس میں کیا راز ہے، تو بجائے اللہ کو یاد کرنے کے دل انہی چیزوں میں لگا رہے گا۔

اور فرمایا کہ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو سمجھو کہ اور بھی تو کتنی باتیں ہیں جن کو ہم نہیں سمجھتے، ایک یہ بھی سہی، تو نہ سمجھنے والی تھیلی میں اس کو ڈال دو۔ ایسے ہی فرمایا کہ جب ہمیں اپنے بڑوں کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو وہاں بھی میں یہی کہتا ہوں کہ میرا شیخ جس مقام پر ہے، اللہ سے وہ جو بات سمجھ رہا ہے ہم بہت پیچھے ہیں، ہماری نظر وہاں تک نہیں جارہی ہے۔ بس ہم یہی سمجھتے ہیں کہ جو میرا شیخ کر رہا ہے سب ٹھیک ہے، ہم خطا پر ہیں، میرا شیخ صواب پر ہے اور یہی راستہ ہے جس پر چلنے سے آپ صاحبِ عطار ہیں گے اور اگر بڑوں کے کیڑے سوچو گے کہ یہاں شیخ چوک گیا، وہاں شیخ چوک گیا، تو پھر سمجھ لو کہ محروم رہو گے۔ بس یہی کہو کہ شیخ جس مقام پر ہیں ہم اس مقام پر نہیں ہیں، وہ جہاں ہے اسے زیادہ نظر آرہا ہے۔

شیخ کی کوئی بشری خطا نظر آئے تو کیا کرنا چاہئے؟

اور ایک بات بڑے کام کی ذہن میں آئی جس سے بہت رہنمائی ہوئی، کاش کہ یہ مضمون میرے سارے مریدوں کو پہنچ جائے کہ شیخ سے اگر کبھی کوئی بشری خطا ہوجائے تو فوراً اپنے دل کو سمجھا دو یا آپ سے کوئی کہے کہ آپ کے شیخ میں یہ کمزوری ہے تو یہ کہہ دو کہ وہ بھی انسان ہے، نبی تو نہیں ہے، میں نے شیخ کو نبی نہیں مانا، شیخ کو ولی مانتا ہوں اور ولی سے خطا ہوسکتی ہے مگر اس کی توبہ بھی اسی مقام سے ہوگی یعنی مقامِ ولایت سے، عوام کی توبہ سے اللہ والوں کی توبہ عظیم ہوتی ہے، جس قدر اشکباری اور دردِ دل سے وہ معافی مانگتے ہیں عوام کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔

شیخ کی برائی کرنے والے کا علاج

یہ بات مجھے مولانا شبیر علی صاحب جو حضرت تھانویؒ کے سگے بھتیجے تھے اور حضرت تھانوی کو بڑے ابا کہتے تھے انہوں نے بتائی کہ بعض لوگوں نے حکیم الامت کے خلاف مجھے کہا کہ تمہارے حضرت ایسے ہیں، ویسے ہیں تو میں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے بڑے ابا کو نبی نہیں مانا ہے، ان سے بھی خطا ہوسکتی ہے لیکن سمجھ لو کہ ان کی نیکیاں کتنی ہیں، کروڑوں نیکیاں ہیں، سینکڑوں تصانیف ہیں، رات دن اللہ کی محبت سکھا رہے ہیں لہٰذا اگر کبھی ان سے صدورِ خطا ہوگیا تو اتنا یقین ہے کہ صدور خطا کے بعد اللہ والوں کو توفیقِ توبہ بھی زبردست نصیب ہوتی ہے بوجہ ان کی مقبولیت کے، جیسے اپنے پیارے بچوں کو ماں باپ نہلا دُھلا کر صاف کر لیتے ہیں تو اللہ والے اللہ تعالیٰ سے یتیم نہیں ہیں، مولیٰ سے ان کا تعلق ہے لہٰذا مولیٰ ان کو توفیقِ توبہ دے کر پھر پیار کے قابل بنا لیتے ہیں۔ مجھے ان کا یہ جملہ بہت پسند آیا۔ بعضے لوگ میرے شیخ کے بارے میں کہتے ہیں کہ بڑے کڑک ہیں، بہت ڈانٹتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ہم نے ان کو نبی نہیں مانا ہے، پیر بنانے کے لیے خالی ولایت کافی ہے، نبوت کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہیے! کیسا مزیدار مضمون ہے یہ۔

لہٰذا اگر تمہارے شیخ کی کوئی شکایت کرے یا مذاق اڑائے تو اوّل تو اس کے پاس بیٹھو مت:

﴿وَاِذَا رَاَیۡتَ الَّذِیۡنَ یَخُوۡضُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا فَاَعۡرِضۡ عَنۡہُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِہٖ ؕ وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿﴾

(سورۃ الانعام، آیت:۶۸)

وہاں سے اُٹھ جاؤ کہ میرے سامنے میرے پیر کی برائی کرتے ہو، آئندہ تم سے

کوئی تعلق نہیں رکھوں گا، وہاں سے اُٹھ جانا واجب ہے، حضرت حکیم الامت نے اس آیت کی یہی تفسیر لکھی ہے۔ بس وہاں سے اُٹھ جاؤ کہ میرے سامنے میرے باپ کی شکایت کرتے ہو، شیخ ہمارا روحانی باپ ہے۔ ہمارے لئے اس کی ولایت کافی ہے اور ولی سے صدورِ خطا ممکن ہے مگر توفیقِ توبہ اس کے لیے لازم ہے، جو بھی اللہ کا ولی ہوتا ہے اللہ اس کو توفیقِ توبہ ضرور دیتا ہے، اپنے پیاروں کو کوئی شخص گندا نہیں رکھنا چاہتا۔ کسی کا بچہ گٹر میں گر جائے تو وہ اسے نہلا دھلا کر صاف کرتا ہے یا نہیں؟ تو اللہ بھی اپنے پیاروں کو توفیقِ توبہ دیتا ہے۔ میں نے اپنے شیخ کو نبی نہیں مانا کہ وہ معصوم ہیں اور ان سے خطا ہو ہی نہیں سکتی، خطا ہوسکتی ہے لیکن تمہاری اگر سو دفعہ غرض ہو وہاں جاؤ ورنہ تم کو جہاں مناسبت ہو وہاں چلے جاؤ، اگر تمہارا بلڈ گروپ نہیں ملتا تو تم کیوں آتے ہو میرے شیخ کے پاس؟ تم دوسری جگہ جاؤ، دوسرا شیخ تلاش کرو، خبردار! جو میرے شیخ کے پاس آئے، جہاں تمہارا بلڈ گروپ ملتا ہو وہاں چلے جاؤ، ہم تمہاری ان باتوں سے متاثر نہیں ہوتے، ہمارا ذوق تو یہ ہے کہ ؎

شمس و قمر کی روشنی دہر میں ہے ہوا کرے
مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

بس مجھ کو تو میرا پیر پسند ہے۔

قرار صاحب ہمارے دوست ہیں، ان سے کسی نے کہا کہ مولانا ابرار الحق صاحب کو غصہ اور جلال بہت آتا ہے، بڑے کڑیل پیر ہیں، انہوں نے کہا اگر وہ کڑیل پیر ہیں تو میرے نفس کا گھوڑا ابھی تو اڑیل ہے، اڑیل گھوڑے کے لیے کڑیل سوار چاہیے۔ اللہ کا شکر ہے، میں تو اپنے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب کو صاحبِ کرامت سمجھتا ہوں کہ ان کی کرامت سے آج ہم کو یہ عزت حاصل ہے اور حضرت بچپن سے متقی ہیں، بعض لوگ تو بعد میں توبہ کر کے متقی ہوتے ہیں مگر

حضرت بچپن ہی سے متقی ہیں۔

ایک دن حضرت اپنے وعظ میں ایک جملہ کہہ گئے کہ بعض علماء ایسے ہیں جن سے کبھی کوئی گناہ نہیں ہوا، حضرت نے اپنی طرف تو اشارہ نہیں فرمایا لیکن میں سمجھ گیا کہ آج حضرت اپنا راز ظاہر فرما رہے ہیں۔تو جو متقی ہوتا ہے اسی سے کرامت صادر ہوتی ہے۔اس کی دلیل سنئے اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ متقی اکرم ہوتا ہے اور اکرم ہی سے کرامت نکلتی ہے۔تو میں اپنے شیخ کو صاحبِ کرامت سمجھتا ہوں، یہ ان کی کرامت ہی ہے کہ اتنے بڑے بڑے علماء جو بخاری شریف پڑھا رہے ہیں، ایک بخاری شریف نہ پڑھانے والے کی بات نوٹ کر رہے ہیں اور جب میں کوئی حدیث کی شرح بیان کرتا ہوں تو محدثین کہتے ہیں کہ آج زندگی میں پہلی دفعہ یہ سن رہے ہیں۔

جس کو اپنے شیخ سے محبت ہو اور اس کی عظمت نہ ہو وہ کیا مرید ہے، وہ نابینا ہے، اس کی آنکھوں میں موتیا ہے، اپنے شیخ کو سارے عالم کے مشائخ سے افضل سمجھو باعتبار افادیت کے کہ میرے لئے میرے حضرت سے بڑا کوئی پیر نہیں۔ یہ حکیم الامت کا جملہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ واقعی مجدد ہیں۔

معترضانہ مزاج والوں کے لئے ہدایت

بعض لوگوں کی عقل اتنی تیز ہوتی ہے، وہ اتنے ذہین ہوتے ہیں اور ان میں اعتراضات کا اتنا مادّہ ہوتا ہے کہ ان کو بزرگوں کی بات بات پر اعتراض پیدا ہوتا ہے۔تو فرض کرلو ان کو دنیا میں کسی شیخ سے مناسبت نہیں ہوتی، ہر شخص میں ان کو کیڑا نظر آتا ہے،تو ایسے لوگوں کے لیے حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ ایسے لوگ کسی شیخ کے پاس جا کر نہ رہیں، خط و کتابت سے اصلاح کرائیں کیونکہ قریب رہیں گے تو اعتراضات میں مبتلا رہیں گے اور بدگمانی کی

وجہ سے شیخ کے فیض سے محروم رہیں گے اور اگر خط و کتابت کے ذریعہ ہی اصلاح کرانے لگیں تو ان شاء اللہ محروم نہیں رہیں گے مگر یہ شاذ و نادر کا مسئلہ ہے، دنیا میں شاید ہی کوئی آدمی ایسا ہو جس کی یہ حالت ہو، بہرحال یہ حکیم الامت کی شان ہے کہ ایسے مسئلہ کو بھی حل فرما دیا لیکن میں پناہ چاہتا ہوں ایسے مزاج سے کہ جس کو کسی شیخ سے مناسبت نہ ہو، اگر مزاج عاشقانہ ہے تو ان شاء اللہ سب کام آسان ہو جائے گا۔ اور حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اعتراض دو وجہ سے ہوتا ہے نمبر ۱: یا تو جاہل ہے، نمبر ۲: یا قلّتِ عشق ہے، قلّتِ محبت ہے۔

اپنی ناراضگی کو مرید پر ظاہر نہ کرنا شیخ پر حرام ہے

تو شیخ کے معاملے میں ایک جملہ سیکھ لو، جب خطا ہو اور شیخ گرفت کرلے تو فوراً کہو کہ معافی چاہتا ہوں۔ بولو یہ کام آسان ہے یا نہیں؟ یا یہ پرچہ مشکل ہے۔ (احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ بعض وقت احساس نہیں ہوتا اور ہم سمجھتے ہیں کہ شیخ ہم سے خوش ہیں حالانکہ شیخ کا قلب مکدر ہوتا ہے تو اس کا کیا علاج ہے؟ اور بعض وقت شیخ کے معاف کر دینے کے بعد بھی شیطان بہکاتا ہے کہ شیخ نے دل سے معاف نہیں کیا۔ اس پر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ) یہ بدگمانی کرنا کہ شیخ ناراض ہے، حرام ہے جب تک کہ وہ مرید پر ظاہر نہ کر دے کہ تم سے یہ خطا ہوئی اور میں تم سے ناراض ہوں، یہ شیخ کی ذمہ داری ہے، دل میں ناراضگی رکھنا اور مرید کو آگاہ نہ کرنا، یہ فعل شیخ کے لیے حرام ہے۔

شیخ سے بدگمانی حماقت ہے

(اس پر احقر نے عرض کیا کہ حضرت اس وقت اس کا احساس ہو رہا ہے کہ شیخ مجھ سے ناراض ہیں، حضرت میں معافی چاہتا ہوں مجھے اپنی خطا یاد نہیں آئی، اب سوچتا ہوں کہ مجھ سے کیسی غلطی ہوئی۔ اس پر حضرت والا نے

ارشاد فرمایا کہ) یہی آپ کی حماقت ہے، شیخ تو کلیات بیان کررہا ہے کہ جب کبھی خطا ہو تو اس کا اعتراف کرلو بس ۔ میں تو مستقبل کے لیے ایک لائحۂ عمل پیش کررہا ہوں اور تم ماضی کی خطاؤں کو یاد کررہے ہو، اللہ سے اپنی عقل پر فضل مانگو، جب شیخ مستقبل کا راستہ بتارہا ہو تو ماضی کی باتوں کو یاد کرنا یہ بھی حماقت ہے۔

میرے شیخ فرماتے تھے کہ جب شیخ نے خطا معاف کردی تو پھر اس کا خیال بھی لانا قبر سے مردوں کو اُکھاڑنا ہے۔ آپ بتاؤ! مردہ کو دفن کرنے کے بعد اس کا اکھاڑنا جائز ہے؟ حضرت نے یہ مجھ سے خود فرمایا کہ جب شیخ نے ایک دفعہ معاف کردیا تو بعد میں جب کبھی شیخ کوئی بات بتائے گا تو سمجھ لو کہ وہ مستقبل کا لائحۂ عمل بتارہا ہے کہ آئندہ مت ستاؤ، آئندہ اپنی عاقبت مت خراب کرو، شیخ مستقبل کے لیے کہتا ہے تاکہ تم پکا ارادہ کرلو اور سوچو کہ شیخ ازراہِ شفقت چاہتا ہے کہ مستقبل میں ہم سے ایسی کوئی غلطی نہ ہو، شیخ مستقبل کے تحفظ کا راستہ بتارہا ہے اور مرید بے وقوف ماضی کی باتیں سوچ رہا ہے کہ ہم سے کوئی خطا ہوگئی، کیا ہم سے کوئی ناراضگی ہے، یہ بدگمانی حرام ہے، اس سے توبہ کرو۔

ایک صاحب نے میرے شیخ کو لکھا کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ آج کل آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ حضرت نے لکھا کہ یہ بدگمانی حرام ہے، اگر شیخ ناراض ہوگا تو اسے مرید کو تحریراً یا تقریراً بتانا لازم ہے کہ دیکھو تمہاری اس خطا سے ہم کو تکلیف ہوئی، دل میں تکلیف یا ناراضگی رکھنا شیخ کے لیے حرام ہے، ہاں دشمنوں کے لیے کرسکتا ہے لیکن مرید تو دوست ہوتا ہے، وہ دوستوں سے اپنے غم کو چھپائے گا؟ فوراً کہہ دے گا کہ آج اس بات سے یہ بات ہوئی، مستقبل کے لائحۂ عمل کو ماضی کی طرف لے جانا یہ بھی عقل کا فتور ہے اور عقل کی کمی ہے۔

دیکھو شیطان نے کیسا بے وقوف بنایا کہ یہ ماضی کی باتیں سوچ رہے ہیں کہ شاید شیخ ناراض ہے، اگر میں ناراض ہوتا تو تم پر ظاہر کرنا میرا فرض تھا بلکہ

بعض وقت میں شیخ پر یہ بھی فرض ہے کہ اگر مرید نہ سمجھ پا رہا ہو تو اس کو بتا دے کہ اس سے یہ خطا ہوئی تا کہ وہ جلدی سے معافی مانگ لے اور اس کا بھی معاملہ بن جائے اور شیخ کا بھی دل صاف ہوجائے۔ اگر میں ناراض ہوتا تو آپ کو فوراً حکم دیتا کہ آپ معافی مانگو لہٰذا یہ سوچنا کہ شیخ کے دل میں میرے لیے ناراضگی ہے لیکن وہ مجھے بتا نہیں رہا ہے یہ بدگمانی بھی حرام ہے اس سے بھی توبہ کرو، وہ شیخ ہی نہیں ہے جو اپنی روحانی اولاد سے دل میں رنج رکھے اور ظاہر نہ کرے، یہ کوئی شیخ ہے؟ یہ بھی محبت کے خلاف ہے۔

شیخ پر شانِ رحمت کا غلبہ ہونا چاہئے

اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے اور حضرت آدم علیہ السلام کو رَبَّنَا ظَلَمْنَا نہ سکھاتے تو حق تعالیٰ کی رحمت کے خلاف ہوتا کہ نہیں؟ تو ارحم الراحمین کی شان دیکھئے فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کلمات لیے اور اللہ نے انہیں رَبَّنَا ظَلَمْنَا سکھایا، تو جس طرح اللہ ارحم الراحمین ہے شیخ پر بھی شانِ رحمت کا غلبہ ہونا چاہیے، اس کی ذمہ داری اور فرض ہے کہ اگر کوئی بات اس کو کھٹکے تو مرید پر ظاہر کردے اور اس کو معافی کے لیے مشورہ دے۔ پوچھو میر صاحب سے، جب کبھی ان سے غلطی ہوئی میں نے فوراً ان سے کہا کہ جلدی سے معافی نامہ لکھو تا کہ دل کو صاف کرلیا جائے۔

میں نے تو مستقبل کے لیے اللہ کی ناراضگی اور اپنی تکلیف سے مرید کو بچانے کے لیے اور مرید کو خوش نصیب بنانے کے لیے ایک خاکہ پیش کیا ہے تو اس سے خوش ہونا چاہیے کہ شیخ مجھے مستقبل کے لیے ایک راستہ بتا رہا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اسے ایک خاکہ سمجھے وہ شیخ کی ساری تقریر میں اپنے ماضی کے مردوں کو ہی سوچ رہا ہے کہ چل کر قبرستان کے مردے اکھاڑنے ہیں، جب

شیخ معاف کردے تو ماضی کے گناہ کو یاد کرنا بھی حرام ہے۔

میں نے ایک دفعہ اپنے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت دو مہینے پہلے ایک خطا ہوگئی تھی، میں نے معافی تو مانگ لی تھی مگر پھر وسوسہ آرہا ہے کہ معافی مانگنی چاہئے، لہٰذا پھر معاف کردیجئے۔ فرمایا کہ دیکھو جب مردہ دفن کردیا جاتا ہے پھر اس کو اکھاڑا نہیں جاتا۔ ایک دفعہ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی لکھا تھا کہ مجھ کو ڈر لگتا ہے کہ کہیں آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں تو حضرت نے یہ نہیں لکھا کہ تم مجھ سے بدگمانی کرتے ہو بلکہ یہ لکھا کہ میں آپ سے بہت خوش ہوں، بہت خوش ہوں، بہت خوش ہوں۔

شیخ سے بدگمانی شیطانی چال ہے

تو ازراہِ شفقت ایک لائحۂ عمل پیش کررہا ہوں تاکہ میرے احباب مستقبل میں کبھی تکلیف اور ایذا رسانی کا سبب نہ بنیں مگر شیطان دشمن نے ماضی میں لگادیا، ہم مستقبل پیش کررہے ہیں شیطان ان کو ماضی میں لگا رہا ہے، کتنا خبیث ہے، کتنا چالاک ہے، کتنا خطرناک ہے کہ شیخ لائحۂ عمل مستقبل کا پیش کررہا ہے اور شیطان ماضی کے مردوں کو جگارہا ہے کہ کوئی خطا ہے جو شیخ ہم سے ناراض ہے۔ بدگمانی پیدا کرنا شیطان کا کام ہے اس لیے اللہ تعالیٰ سے ابلیس کے شر سے پناہ مانگو۔

(مولانا یونس پٹیل صاحب نے عرض کیا کہ میر صاحب کی وجہ سے ہمیں کتنے قیمتی سبق ملے تو فرمایا کہ) یہی تو کہہ رہا ہوں کہ شیطان بعض وقت بے موقع وسوسہ ڈالتا ہے حالانکہ شیخ بالکل خوش ہے، اس کے لیے دعائیں مانگ رہا ہے۔ میں میر صاحب کے لیے یہ دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ جیسے یہاں ساتھ ہیں جنت میں بھی ان کو میرے ساتھ رکھئے، اگرچہ ہم اس قابل نہیں ہیں لیکن آپ کا

کرم ہماری قابلیتوں سے بے نیاز ہے، اللہ تعالیٰ اختر کو اور میرے سارے احبابِ عالم کو، حاضرین و غائبین کو اور میری ذُرِّیات کو جنت میں بھی اپنی رحمت اور اپنے کرم سے اکٹھا رکھے تو یہ دعا مانگنا شفقت نہیں ہے؟

یاد رکھو! شیخ چاہتا ہے کہ میرے احباب سے مستقبل میں بھی کوئی خطا نہ ہو، اس کے لیے کچھ اصول و ہدایات کرتا رہتا ہے، اس سے یہ نہ سمجھو کہ ماضی کی باعثِ اذیت خطائیں ان کے دل میں ہیں، یہ شیطان کی بہت بڑی چال ہے کہ شیخ سے بدگمان کرتا ہے کہ شیخ ہم سے ناراض ہے، جب کبھی ایسا وسوسہ آئے شیطان سے کہہ دو کہ شیخ مجھ سے بہت خوش ہے، اگر ناراض ہوتا تو اس کا اظہار کرنا اس پر واجب ہے، ہمارا شیخ ایسا بے وقوف نہیں ہے، شیخ ہم سے کہہ دیتا کہ ہم تم سے فلاں بات پر ناراض ہیں، شیخ کے لیے دل میں بدگمانی رکھنا حرام ہے جبکہ وہ مرید معافی بھی مانگ لے، جب معافی مانگ لی تو پھر دل میں کیوں رکھے لیکن اندیشۂ صدورِ خطا کی وجہ سے وہ کبھی کبھی مستقبل کے لیے لائحۂ عمل پیش کرتا ہے، اس سے ماضی کی کوئی خطا مت سوچو کہ یہ ماضی کی کسی خطا پر سرزنش ہے، جب معاف کردیا تو معاف کردیا اَلتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَہٗ جب تم لَا ذَنْبَ ہوگئے تو پھر دنبہ کیوں بنتے ہو۔

شیطان قلب مومن کو غمگین رکھنا چاہتا ہے

شیخ کی ناراضگی کا خیال شیطان کی طرف سے سخت حجاب ہے، شیطان غم کی بات بلا وجہ دل میں ڈالتا ہے، کبھی خواب میں دِکھا دیتا ہے کہ بیوی بہت بیمار پڑی ہوئی ہے کبھی یہ کہ میرا بیٹا پانی میں ڈوب رہا ہے ایسے میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر تین دفعہ بائیں طرف تھوک دو اور فکر ہی نہ کرو، خوابوں سے کچھ نہیں ہوتا اور شیطان تو ہے ہی دشمن، وہ ایسے وسوسے ڈالتا

ہے کہ جس سے بندہ مایوس ہوجائے، مؤمن کو مایوس کرنا، غمزدہ کرنا یہ اس کے مقاصد میں سے ہے، یہ مقاصدِ ابلیس میں داخل ہے، کیسا جملہ ہے یہ؟ وہ چاہتا ہے کچھ نہ ہوتو کم سے کم مومن کے دل کو غمگین ہی کردو، اس کو نہ کوئی بیماری ہے نہ کوئی بلا ہے، عافیت سے سمو سے کھا رہا ہے تو کم سے کم دل ہی میں کوئی خیال ڈال کر غمزدہ کردو، دشمن کا کام ہی یہی ہے، اس لیے کبھی قلب کو مایوس نہ ہونے دو، اللہ کی رحمت کا امیدوار رکھو۔

(میر صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ) اگر خدا کی رحمت نہ ہوتی تو آپ میرے ساتھ ہی نہ ہوتے، آپ اسٹیل مل میں یا اور کہیں نوکری کرتے لیکن عقل کا ایک معیار ہے، بعضوں کی عقل بیماری کی وجہ سے کچھ کمزور ہوجاتی ہے تو عقل کی کمی سے مایوس مت ہو، یہی سمجھو کہ میری عقل ہی چھوٹی ہے۔ بعض لوگوں کی عقل بچوں جیسی ہوجاتی ہے، بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ دماغ اور عقل بالکل بچوں جیسی ہوجاتی ہے۔

چنانچہ ایک لڑکا تھا وہ کھانا کم کھاتا تھا، اس کا باپ سپاہی تھا تو اس نے کہا کہ تم کھانا پورا کھاؤ، ہم کھانے کا پیسہ یہاں جمع کرتے ہیں تو وہ لڑکا جس کی خوراک تین روٹیوں کی تھی وہ پھر بھی ایک ہی روٹی کھاتا تھا، کسی نے اس سے پوچھا: تم کیوں اتنا کم کھاتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میرے ابا کو زیادہ پیسہ دینا پڑے گا، اس لئے کم کھاتا ہوں، میں اپنے ابا کا پیسہ بچا رہا ہوں تو لوگوں نے کہا کہ تیرے باپ نے تو پورے کھانے کا پیسہ جمع کرادیا ہے مگر اس کی سمجھ میں بات ہی نہیں آتی تھی۔ اللہ سے عقلِ سلیم مانگو اور عقلِ سلیم پر فضلِ عظیم مانگو، ان شاء اللہ سلامت رہو گے۔

اور اللہ سے یہ دعا تو روزانہ کرو کہ یا اللہ میری ذات سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ ہو، چیونٹی کو بھی ہم چلنے میں نہ دبا دیں اور سب سے زیادہ میں اپنے

محسن، مربی اور شیخ کے لیے آپ سے چاہتا ہوں کہ ان کا دل ہم سے خوش رہے قولاً وفعلاً۔ یہ دعا میں وہ بتا رہا ہوں جو میں اپنے شیخ کے لیے کرتا ہوں کہ یا اللہ میری کسی تحریر سے، کسی عمل سے شیخ کو کبھی کوئی اذیت نہ پہنچے۔ آج یہ راز کی بات بتا دی، ابھی تک کسی کو نہیں بتائی تھی، میر صاحب کو بھی نہیں بتائی تھی، آج میں نے یہ راز ظاہر کر دیا کہ یا اللہ میرے شیخ کے قلب میں مجھے سب سے زیادہ پیارا بنا دے اور یہ دعا گناہ نہیں ہے، جائز ہے۔ یا اللہ! آپ کو ایک لمحہ ناراض کر کے حرام خوشی کو اختر اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے، اپنے احباب کے لیے جہنم سے زیادہ تکلیف دہ سمجھتا ہے، اے خدا اپنی رحمت سے آپ ہم سب سے خوش ہو جائیے، ہم آپ کی خوشی چاہتے ہیں اور آپ کی ناراضگی سے حفاظت مانگتے ہیں اور اے اللہ ہم سب کی عقل پر اپنے فضل کا سایہ فرما، کیسی پیاری دعا ہے یہ کہ ہم سب کی عقل پر اپنے فضل کا سایہ فرما اور شیخ سے حسنِ ظن دے دے اور شیطان کی بدگمانیوں سے ہمارے قلب کو پاک فرما، آمین۔

سُوْٓءِ الْقَضَآءِ کی شرح

وَدَرْكِ الشَّقَآءِ کے بعد سُوْٓءِ الْقَضَآءِ ہے کہ اے اللہ! وہ فیصلے جو میرے لیے مضر ہیں ان سے ہمیں پناہ دے دیجیے، یہاں قضاء مصدر ہے اور جب مصدر پر الف لام داخل ہو جائے تو وہ اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول دونوں کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، تو حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اگر یہاں اسمِ فاعل کے معنی میں لو گے تو کفر کا خطرہ ہے کہ بحیثیت قاضی کے اللہ کے فیصلے پر سُوْء لگا رہے ہو، اگر تم نے سُوْء لگایا تو برائی کی نسبت اللہ کی طرف ہو جائے گی لہٰذا یہاں قضاء اسمِ مفعول کے معنیٰ میں ہے یعنی سُوْءُ الْمُقْضٰی ہے جس کے لیے آپ یہ فیصلہ فرما رہے ہیں اس کے حق میں تو مضر ہے لیکن آپ کا فیصلہ حکیمانہ

ہے اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ہے، اس میں کوئی سُوْء نہیں ہے تو یہاں قضا مصدر معنیٰ میں اسم مفعول کے ہے یعنی سُوْء کی اضافت بحیثیت اللہ کے قاضی ہونے کے نہیں ہے بلکہ بحیثیت مقضی کے ہے کہ اے اللہ! جو ہمارے لیے مضر فیصلے ہیں ان کو آپ مفید فیصلے سے تبدیل فرما لیجئے۔

مولانا رومی کا یہ جملہ مجھے بہت پسند آیا کہ اے خدا! آپ کا فیصلہ اور آپ کی قضا آپ کی محکوم ہے آپ پر حاکم نہیں ہے۔ آہ! یہ جملہ اس قدر عارفانہ مقام کی دلالت کرتا ہے جس کی حد نہیں۔ اللہ پر کوئی چیز حکومت کر سکتی ہے؟ لہٰذا جب آپ کی قضا آپ کی محکوم ہے تو آپ اس قضا کو کراس (X) کر کے میرے لیے مفید فیصلہ کر دیجئے ورنہ جو فیصلہ کرنے کے بعد مجبور ہو جائے وہ خدا کیسا ہے، مخلوق جو کہتی ہے کہ اللہ کا لکھا ٹلتا نہیں ہے تو اسے مخلوق نہیں ٹال سکتی لیکن اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ میاں بھی اپنا لکھا نہیں کاٹ سکتے ؎

کفر ہم نسبت بخالق حکمت است

کفر بھی جو اللہ نے پیدا کیا ہے اللہ کی طرف سے وہ حکمت ہے، اب کیا حکمت ہے جنت میں یہ سب راز اللہ ظاہر کر دے گا۔ یہاں بس ایمان لاؤ، اللہ ہمیں کفر سے بچا دے۔

بعض کفار کے قلوب پر مہر کفر ثبت ہونے کی وجہ

اسی طرح حق تعالیٰ کا یہ فیصلہ جو قرآنِ پاک میں ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾

(سورۃ النحل، آیت:۱۰۸)

ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی، تو یہاں بھی یہی وسوسہ آ سکتا ہے کہ بھئی اللہ نے مہر لگا دی تو کسی کافر کے کافر ہونے میں اس کا کیا قصور ہے؟ تو اس کا جواب دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے دیا:

﴿بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ﴾

(سورۃُ النسآء، آیت:۱۵۵)

ان کی بدمعاشیوں کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی۔ انہوں نے اس قدر کفر و بغاوت کیا، نبیوں کو قتل کیا کہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب پر اپنا غضب نازل فرمایا، یہ انزالِ عقوبت ہے، انتقام ہے، یہ غضب الٰہی ہے، اِرَادَةُ الْاِنْتِقَامِ مِنَ الْعُصَاةِ ہے تو اللہ نے خود فرمادیا کہ میں نے ان پر جو مہر لگائی وہ میری وجہ سے نہیں ہے انہی خبیثوں کی وجہ سے ہے، مسلسل کفر کرتے تھے، مانتے ہی نہیں تھے تو بوجہ کفر و سرکشی، اگر اللہ سزا دے تو یہ عین عدل ہے۔

یہ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہے، فرمایا کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دینا کہ ان کو ہدایت نصیب نہ ہو یہ ظلم نہیں ہے کیونکہ یہ مہر بِكُفْرِهِمْ ہے، کیوں کفر کیا تم نے؟ اور کفر بھی کیسا؟ مسلسل، مانتے ہی نہیں تھے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی ہے سب حکمت کے ساتھ ہے، اللہ کا ہر فعل حکیمانہ ہے، کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہے، یہی اجمالی ایمان کافی ہے جیسے تقدیر ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں بھئی ہماری قسمت میں تو لکھا ہوا تھا کہ میں چوری کروں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ اگر اللہ نہ لکھتے تو میں چوری نہ کرتا، اللہ نہ لکھتے تو میں زِنا نہ کرتا، سب ان ہی کا لکھا ہوا ہے لہٰذا میں ویسا ہی کر رہا ہوں تو اس کا جواب میرے شیخ نے دیا کہ تقدیر امرِ الٰہی کا نام نہیں ہے کہ اللہ تم کو حکم دے کہ زِنا کرو، اللہ اس عیب سے پاک ہے۔ تقدیر نام ہے علمِ الٰہی کا کہ جو تم اپنے ارادوں سے کرنے والے ہو وہ میں نے لکھا ہے، تقدیر نام ہے علمِ الٰہی کا نہ کہ امرِ الٰہی کا کیونکہ اللہ کو تمہارے ماضی، حال اور مستقبل کا پورا علم ہے کہ تم نے کیا کیا ہے اور کیا کرو گے؟ جیسے اخبار میں آجائے کہ آج یہاں منڈیلا آئے گا تو

اخبار کی وجہ سے وہ تھوڑی آتا ہے اس کے آنے کا جو ارادہ تھا وہ اخبار نے شائع کر دیا، منڈیلا یہ نہیں کہہ سکتا کہ بھئی چونکہ اخبار میں آ گیا ہے اس لیے مجھے آنا پڑا، علمِ الٰہی اور ہے امرِ الٰہی اور ہے، اللہ حکم نہیں دے سکتا کسی برائی کا، وہ پاک ہے، لیکن تم اپنی خباشتِ طبع سے جو گناہ کرنے والے ہو اللہ کو اس کا علم ہے تو اپنے علم کو اس نے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا اور پھر یہ بھی ہے کہ علمِ الٰہی میں ہے کہ یہ فلاں وقت میں شراب پیئے گا یا زِنا کرے گا مگر اس کے آگے یہ بھی لکھا رہتا ہے کہ میری توفیق توبہ سے یہ توبہ کر کے جنت میں جائے گا۔

جیسے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہٗ نے حالتِ کفر میں ایک صحابی کو قتل کر دیا تھا، جب یہ صحابی شہید ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاتل اور مقتول دونوں جنت میں جائیں گے، کیسے؟ حضرت عکرمہؓ نے صحابی کو شہید کیا تو وہ صحابی جنت میں گئے اور حضرت عکرمہ بعد میں مسلمان ہو گئے لہٰذا وہ بھی جنت میں جائیں گے، حالانکہ اس وقت حضرت عکرمہ اسلام نہیں لائے تھے لیکن وحیِ الٰہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا فیصلہ معلوم ہو گیا تھا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت دیکھئے کہ حضرت عِکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جو ابوجہل کے بیٹے تھے ان کے مسلمان ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو منع کر دیا کہ تم لوگ اس کے ابا کا نام نہ لینا، یہ نہ کہا کرو کہ یہ ابوجہل کا بیٹا ہے تاکہ عکرمہ کو شرمندگی نہ ہو کہ میں اتنے بڑے دشمن کا بیٹا ہوں۔ کیا یہ شانِ رحمت نہیں ہے کہ حضرت عکرمہ جب ایمان لانے مدینہ شریف گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ان کو پیار کیا اور صحابہ کو منع کر دیا کہ ان کی نسبت ابوجہل کی طرف مت کرو، یہ مت کہو کہ یہ ابوجہل کا بیٹا ہے تاکہ ان کو ندامت نہ ہو۔

شَمَاتَۃِ الْاَعْدَآءِ کی شرح

تو سُوْٓءِ الْقَضَآءِ کی تشریح ہوگئی، آگے ہے وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَآءِ ایسی حالت نہ ہو کہ دشمن ہنسے کہ بہت بڑے مولوی اور صوفی بنتے تھے اور اگر ایذائے شیخ کی وجہ سے ایک بظاہر عاشقِ شیخ خانقاہ سے نکالا جائے اور ہمیشہ کے لیے محروم کردیا جائے تو یہ بھی وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَآءِ ہے کہ لوگ کہیں کہ صاحب یہ تو بڑے عاشق بنتے تھے۔ حالانکہ یہ اتنا آسان پرچہ ہے کہ جس کی حد نہیں کہ خطا ہوئی تو کہہ دو کہ معافی چاہتا ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ شَمَاتَۃِ الْاَعْدَآءِ سے بچائے، دشمن کے ہنسنے سے بچائے، جیسے ایک شخص ہے جو ہر وقت کہتا ہے کہ بدنظری سے بچو، کسی کالی گوری کو مت دیکھو اور وہی زِنا میں مبتلا ہوجائے نعوذ باللہ تو جتنے لوگوں کو اس نے کہا تھا کہ نظر کی حفاظت کرو وہ کیا کہیں گے کہ میاں ہم لوگوں کو نظر بچانے کی ہدایت کر رہے تھے اور خود نظر سے بھی آگے بڑھ گئے، اللہ بچائے ہر قسم کی رُسوائیوں سے۔

بتاؤ! مدلل تقریر ہوئی یا نہیں؟ ہر ہر لفظ کی شرح کردی جَھْدِ الْبَلَآءِ کی شرح کی، دَرْکِ الشَّقَآءِ کی شرح کی یعنی بدنصیبی کے پکڑ لینے سے کہ آئندہ کوئی بدنصیبی ہم کو نہ پکڑے اور سُوْٓءِ الْقَضَآءِ کی شرح کی کہ اے اللہ! ماضی میں اگر آپ نے میری قسمت میں کچھ مضر فیصلہ لکھ رکھا ہو تو اس کو کراس کر کے مفید فیصلے سے تبدیل کردیجئے، تو ہمارے پیارے نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی اور مستقبل دونوں کی مضرتوں سے بچالیا، دَرْکِ الشَّقَآءِ سے ہم کو مستقبل کی بدنصیبیوں سے بچایا اور سُوْٓءِ الْقَضَآءِ سے بھی بچالیا کہ ماضی میں ہمارے لیے اللہ نے کوئی فیصلہ لکھا ہو اور وہ ہمارے حق میں برا ہو تو اس کو کراس کردے، سوءِ قضا کو حسنِ قضا سے بدل دے۔ درسِ قرآن بھی ہوگیا، درسِ حدیث بھی ہوگیا۔

ازالۂ حجاباتِ معصیت کے لئے ایک دعا اور اس کی شرح

بس اب کیا کہوں، دعا کیجیے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے، اللہ کے راستہ کے آداب میں جس قدر کوتاہیاں ہوئیں اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَآ اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ وَاعْفُ عَنَّا ہم کو معافی دیجئے یعنی ہمارے گناہوں کے گواہوں اور نشانات کو مٹا دیجئے، وَاغْفِرْلَنَا اَیْ بِسِتْرِ الْقَبِیْحِ وَاِظْھَارِ الْجَمِیْلِ یعنی ہماری برائیوں کو چھپالیجئے اور ہماری نیکیاں ظاہر کیجئے، وَارْحَمْنَا ای تَفَضَّلْ عَلَیْنَا بِفُنُوْنِ الْاٰلَاۗءِ مَعَ اسْتِحْقَاقِنَا بِاَفَانِیْنِ الْعِقَابِ اور ہمیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازش فرمائیے۔ فن کی جمع فنون اور فنون کی جمع افانین اور عقاب معنی سزا یعنی جو طرح طرح کی سزاؤں کا مستحق ہے اس پر آپ طرح طرح کی نعمتیں برسا دیجئے کیونکہ ہم نے معافی مانگ لی، بخشش مانگ لی، اب آپ ہم پر رحم بھی کر دیجئے۔

اس کے علاوہ وَاعْفُ عَنَّا میں ضمیر مستتر ہے، ضمیر کی دو قسمیں ہیں: نمبر ا: ضمیر مستتر، نمبر ۲: ضمیر بارز، تو معافی مانگنے سے پہلے چونکہ تمہاری آنکھوں میں گناہوں کی وجہ سے موتیا اُترا ہوا تھا تو حالتِ گناہ میں اور حالتِ ظلماتِ معصیت میں ہونے کی وجہ سے تم ہم سے حالتِ استتار میں تھے، گناہوں کے اندھیروں کی وجہ سے محجوب تھے، حجابات میں تھے، تم ہم کو نہیں دیکھ سکتے تھے اس لیے تم کو ضمیر بارز کی اجازت نہیں تھی، ضمیر مستتر کی اجازت تھی وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْلَنَا، وَارْحَمْنَا سب میں ضمیر مستتر اَنْتَ چھپی ہوئی ہے کہ آپ معاف کر دیجئے مگر اَنْتَ کہنے کی اجازت نہیں ہے لیکن جب ہم نے تم کو معاف کر دیا،

جب مغفرت ہوگئی، معافی ہوگئی، تم سے ہم نے حجابات ہٹا لیے اور تم انوار کے عالم میں آ گئے تو گناہوں کی وجہ سے جو ضمیر مستتر تھی وہ ختم ہوگئی، لٰہذا اب اَنْتَ مَوْلٰنَا کہو کہ آپ ہی میرے مولیٰ ہیں، جب حجابات ہٹ گئے اور ہم نے اپنے غصے کے پردے ہٹا لیے تو اب تم میرے سامنے ہو۔

تم ہمارے ہم تمہارے ہو چکے
دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

لٰہذا اب کہو اَنْتَ مَوْلٰنَا اب اَنْتَ کی اجازت ہے، اَنْتَ بتا رہا ہے کہ گناہوں کے حجابات ختم ہو چکے ورنہ جب تک وہ سامنے نہ ہوں کوئی اَنْتَ نہیں کہہ سکتا یہی دلیل ہے کہ اب تمہارے سامنے سے گناہوں کے حجابات ہٹ گئے، اب ہم کو اَنْتَ مَوْلٰنَا کہو۔

اَنْتَ مَوْلٰنَا کی تین تفسیریں ہیں، اَنْتَ سَیِّدُنَا آپ میرے سردار ہیں، آقا ہیں، وَ مَالِکُنَا اور آپ ہمارے مالک ہیں، وَمُتَوَلِّیْ اُمُوْرِنَا اور ہمارے اُمور کے اور کاموں کے بنانے والے ہیں فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ اب ہمیں دشمنوں سے نہ پٹوائیے کہ ہم آپ کے بن چکے ہیں۔ یہ روح المعانی کی تفسیر ہے۔ واہ رے مفسرِ عظیم علامہ آلوسی! یہ صاحبِ نسبت بزرگ تھے، مولانا خالد کُردی کے مرید تھے۔ وَاعْفُ عَنَّا ...الخ کی یہ تفسیر لکھ لو، آپ کو پکی پکائی کھچڑی مل گئی ورنہ کتابوں میں تلاش کرنے میں بڑی محنت لگتی۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ